اُردو صوت شناسی

محمد حسنین عسکری

اُردو صوت شناسی

محمد حسنین عسکری

حسنِ ادب، فیصل آباد

ASIAN RESEARCH INDEX

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

ARI ID: 1689956854451

ضابطہ

نام کتاب	اردو صوت شناسی
مصنف	محمد حسنین عسکری
اہتمام	حسنِ ادب فیصل آباد
سرورق	عارف حسین عارف
بار اول	2021
تعداد	500
قیمت	400روپے

OPEN ACCESS
CC BY
ECO FRIENDLY
Licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

انتساب

اپنے والدِ بزرگوار سید محمد حسین شاہ
کے نام جو میرے لیے سائبانِ رحمت ہیں جن
کی دعاؤں کے طفیل لفظ و صوت کی گوناگوں
موشگافیوں سے شناسائی نصیب ہوئی۔

ترتیب

☆ اردو صوت شناسی از محمد حسنین عسکری — عظیم اللہ جندران 5
☆ برادر محمد حسنین عسکری کی شان دار کاوش — پروفیسر اعجاز علی صفدر 7
☆ اظہارِ تشکر — محمد حسنین عسکری 8
☆ لسانیات کا مختصر تعارف 11
☆ صوتیات کا اجمالی جائزہ 49
☆ اردو مصوتوں کا نظام 91
☆ اردو مصمتوں کا تعارف 113
☆ حاصل تحقیق 131
☆ حوالہ جات 140

اردو صوت شناسی از محمد حسنین عسکری

ع وہی جہاں تیرا ہے جس کو تو کرے پیدا

(بالِ جبریل)

زبان اور قلم دنیا میں انسان کی پہچان کے دو بنیادی ذرائع ہیں جو قدرت نے عطا فرمائے ہیں۔ دہن میں زبان آلہ صوت کے طور پر کام کرتی ہے۔ جو باہم گفت گو کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ زبان سے جو با معنی آواز ادا ہوتی ہے وہ حروفِ تہجی سے جُڑے ہوئے الفاظ کو خاص لہجے اور مخارج کے تحت سامعین تک منتقل کر رہی ہوتی ہے۔ زبان سے متعلق منظم علم لسانیات کہلاتا ہے۔ لسانیات ایسے قواعد وضع کرتی ہے جس سے کسی بھی زبان کو کم وقت اور آسانی سے سیکھا جا سکتا ہے۔ لسانیات کا سب سے اہم اور بنیادی موضوع صوتیات ہے۔

صوتیات میں زبان کی مختلف آوازوں کی شاخت، درجہ بندی اور حروف کی پہچان کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ صوتیات میں اُن تمام انسانی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو سمجھی جا سکتی ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کے لیے وہاں ماہرِ لسانیات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ محترم و مکرم پروفیسر ڈاکٹر سیّد اشفاق حسین بخاری کی نگرانی میں لکھا گیا یہ محمد حسنین عسکری صاحب کا ایم فل مقالہ لسانیات و صوتیات کی تفہیم، تدریس، تحقیق اور تاریخ کے میدان میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ موصوف سکالر نے اس میں لسانیات کا جامع تعارف، لسانیات کی تاریخ، لسانیات کی شاخیں، صوتیات کی تعریف، صوتیات کی شاخیں، صوتیاتی اصطلاحات، مصوتوں اور مصمتوں کا نظام اور سیر حاصل محاکمہ پیش فرمایا ہے۔ لسانیات و صوتیات کی ابجد کے علم سے موجودہ ترقی کار تک واضع انداز میں

تجزیہ و تبصرہ اس مقالہ میں شامل ہے۔ اردو، انگریزی، عربی، فارسی کے جملہ شعبہ جات کے طلبہ و اساتذہ کرام کے لیے یہ ایک مفید تحقیقی کاوش ہے۔ پاکستان میں لسانیاتی مطالعہ کی صورت حال مقالہ کا ایک دل چسپ موضوع ہے۔ حسنِ قراءت، حُسنِ تقریر، حُسنِ تفہیم، حسنِ تقدیم الغرض ہر جگہ صوت شناسی کا حُسن جلوہ گر ہے۔ سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "مومن خوش الحان کی تاثیر عقل مندوں کے نزدیک اس قدر مسلم ہے جس کی دلیل کی ضرورت نہیں۔ "(ترجمہ کشف المحجوب)لسانیات کا علم کس قدر اہم ہے اور اس کا اطلاق اس ارشادِ ربانی سے متعین ہو جاتی ہے۔ "**مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ**" "یعنی کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہوا"

لسانیات اور معنیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جناب محمد حسنین عسکری کی اس ضمن میں بڑی مفید مباحث ان کے مقالے کا حصہ نہیں۔ لسانیات، معنویات، تفہیمیات اور صوتیات کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اردو صوت شناسی پر مبنی اس مقالہ میں اُن تمام موضوعات کا بڑا واضع، مستند اور موثر مواد مربوط لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ **عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي** "اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں"۔ (طٰہ :27-28) کی دعا دورِ نبوت سے لے کر آج تک مسلسل مانگی جارہی ہے۔ اس دعا کی برکت کے مصداق اللہ تعالیٰ جلّ جلالہُ، عزیزِ گرامی محمد حسنین عسکری کی اس قلمی کاوش کو خلقِ خدا کے لیے رہتی دنیا تک لسانیات و صوتیات کے دائرہ میں مفید اور نفع بخش بنا دے۔ اور میرے نہایت ہی مودب، محنتی اور مصنف و محقق اس طالبِ علم شاگردِ رشید تلمیذِ سعید کے لیے یہ اشاعت صدقہ جاریہ قرار پائے۔ محترم نگرانِ مقالہ جناب ڈاکٹر سیّد اشفاق حسین بخاری صاحب اس تحقیقی کاوش کی تکمیل اور اشاعت پر خصوصی مبارک باد اور حروفِ تہنیت کے مستحق ہیں۔

سود آنگاہِ دیدہء تحقیق کے حضور

جلوہ ہر ایک ذرّے میں ہے آفتاب کا

عظیم اللہ جندران (پی۔ایچ۔ڈی سکالر اردو)

پھالیہ، منڈی بہاؤالدین۔

برادر محمد حسنین عسکری کی شان دار کاوش

بحثیتِ انسان اِن کے بارے میں بہت کچھ سُنا لیکن بعد از ملاقات بل کہ پے در پے ملاقاتوں نے ان کے اندر چھپی ہوئی لاتعداد جہتیں مجھ پر آشکار کر دیں۔ موصوف ہنس مکھ، مخلص اور باکردار شخصیت کے مالک ہیں۔ اور یہ مبالغہ نہ ہو گا کہ بہت اچھے تحقیق و تخلیق کار بھی ہیں۔ یہ تو بظاہر ان کی ذات سے متعلق چند باتیں ہیں لیکن اگر ذاتِ گرامی کا مکمل احاطہ کرنا مقصود ہو تو ان کی کتاب "اردو صوت شناسی" کے ساتھ "کردارِ حسنینیؑ" بھی رقم کرنا پڑے گا۔ اللہ پاک محترم عمرِ خضر عطا فرمائے۔

ان کا مقالہ برائے ایم فل اردو اب کتابی شکل میں منظرِ عام پر آنے کے لیے مچل رہا ہے۔ تحریر عمدہ، تحقیق لاجواب اور اگر صوتیات پر حوالہ جات سے متعلق کوئی کتاب آنے والے دنوں میں مارکیٹ میں دستیاب ہوگی تو وہ جناب حسنین عسکری ایم فل اردو کی "اردو صوت شناسی" ہو گی۔بی۔اے، ایم۔اے، ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر حوالہ جات کے لیے ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ مزید کتب بھی منظرِ عام پر آئیں گی جو موصوف کی علمیت ظاہر کریں گی۔ اللہ پاک موصوف کی علمیت میں اسی طرح، اردو ادب جو کہ فی زمانہ نظر انداز ہو رہا ہے کی خدمت کا فریضۃ بجا لاتے رہیں۔ امین۔

دعا گو

پروفیسر اعجاز علی صفدر

ایم فل اردو (لسانیات)
سیال کوٹ

اظہارِ تشکر

حمد و ثنا ہے اُس خالقِ لم یزل ولا یزال کے لیے جو لائقِ تسبیح و تمجید ہے۔ جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ذرے کو آفتاب، قطرے کو قلزم اور عظیم آسمان کے شامیانے کو بغیر کسی سہارے کے نصب فرمایا۔ جس کا کمال اس کی معرفت ہے اور جس کا شاہ کار "**لولاکِ لما خلقت الافلاک**" کا مصداق ہے۔ لاتعداد درود و سلام اُس ہادی برحق معلمِ قدس، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہُ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مقدسہ و مطہرہ پر۔ اور لاکھوں درود و سلام صاحبانِ کساء، اہلبیتِ اطہارؑ اور اصحابِ باوفا رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ پاکیزہ پر۔

یہ مقالہ میری زندگی کی اولین تحقیقی کاوش اور میری زندگی کے خوابوں کی ادنی سی تعبیر ہے۔ جس کے لیے میں نے ان تھک محنت کی۔ الحمد للہ میری اس کاوش کو خدائے بزرگ و برتر نے تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمائی۔

میں شکر گزار ہوں اپنے عظیم والدین کا جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں کے سبب میں اس قابل بنا۔ جنہوں نے زندگی میں ہر گاہ رہنمائی فرمائی اور اپنی دعاؤں کے سائے میں پروان چڑھایا۔ میرے والدِ بزرگ وار سید محمد حسین شاہ صاحب کو تعلیم سے بے پناہ محبت ہے۔ اُن کی زندگی کی یہ خواہش رہی ہے کہ ہمیں بہترین انداز میں زیورِ تعلیم سے آراستہ فرمائیں۔ آج میں فخر محسوس کر رہا ہوں کہ ان کے خواب کو تکمیل تک پہنچانے میں خدا نے میری مدد فرمائی۔ خدا میرے والدین کو سلامت رکھے اور ان کی محبتوں کا ابرِ رحمت ہمیشہ برستا رہے۔

میں اپنے محسن و مشفق استاد نگرانِ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر سید اشفاق حسین بخاری کا شکر گزار ہوں جن کے علمی سایہ عاطفت میں یہ تحقیق مکمل کی۔اچھی تحقیق کے لیے ایک مشفق، مخلص اور محقق استاد کی سرپرستی ضروری ہوتی ہے۔اور یہ تمام صفات استادِ محترم میں بہ درجہ اتم موجود ہیں۔موصوف اپنی گو ناگو مصروفیات سے وقت نکال کر اس تحقیقی مقالے کے علمی و فنی محاسن و معائب میں مکمل رہنمائی فرماتے رہے۔دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت استادِ محترم کو دنیا و آخرت کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

میں ممنون ہوں اپنے جملہ اساتیذ پروفیسر ڈاکٹر عظیم اللہ جندران اور پروفیسر ڈاکٹر عنایت مرتضیٰ شہزاد کا، جنہوں نے پدرانہ شفقت سے تعلیم دی۔اور اس سلسلے میں مکمل رہنمائی کے ساتھ ساتھ قلبِ مضطر میں اس کام کے لیے تحریک بھی پیدا کی۔ خصوصاً ڈاکٹر عظیم اللہ جندران کا صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف اس موضوع کی طرف توجہ دلائی بل کہ قدم قدم رہنمائی فرماتے رہے۔اور اس موضوع سے متعلق بہت سا مواد بھی فراہم کیا۔بلاشبہ آپ کی پدرانہ شفقت کا تادمِ مرگ مقروض ہوں۔

میں اپنے محسن اور عظیم استاد کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جن کے سبب آج اس مقام تک پہنچا ہوں۔ جنہوں نے اپنی کمال مہارت سے تعلیم و تعلم میں محبت و شوق پیدا فرمایا۔میری مراد میرے استادِ بزرگ وار چوہدری شمس الدین (مرحوم) ہیں۔اگر استادِ محترم میری زندگی میں نہ ہوتے توشاید آج میں اس قابل نہ بن پاتا۔خدا آپ کی مرقد پر لاتعداد رحمتوں کا نزول فرمائے۔

میں شکر گزار ہوں اپنے مخلص مشفق برادران وخواہران کا جو ہر گام میرے ساتھ رہے اور میرے اندر آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کرتے رہے۔ان کی محبت میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہے۔ برادرانِ عزیز سید محمد ہاشم، سید محمد ثقلین، سید محمد سبطین اور علامہ سید محمد ذوالقرنین کا، جنہوں نے میرے تعلیمی معاملات کو ہمیشہ مقدم رکھا۔زندگی کے تمام تر مسائل میں سینہ سپر رہے اور میرے لیے سائبان بھی۔خدا سب کی عمریں دراز فرمائے۔

دوست زندگی کا بہترین سرمایہ ہوتے ہیں۔ ہر مشکل وقت میں دوستوں کا ساتھ زندگی خوش گوار بنانے میں کار گر ثابت ہوتا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں میرے برادرِ مخلص جناب پروفیسر اعجاز علی صفدر، اپنے عزیز دوست جناب علی عمران اور بہت ہی پیارے بھائی ڈاکٹر عارف حسین عارف صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے میرا قدم قدم ساتھ دیا۔ جن کی ان تھک کاوشوں سے یہ مقالہ کتابی شکل میں چھپا۔ اس ساتھ ساتھ شکر گزار ہوں اپنے نہایت مخلص دوست جناب رانا ظفر اقبال ، رانا غلام جعفر صاحب اور ملک شاہد اعوان کا جنہوں نے اِس کام میں میری معاونت فرمائی۔

میں شکر گزار ہوں اپنے عزیز دوستوں جناب ڈاکٹر یاسر ذی شان عظیمی، ملک عقیل اعوان، زاہد محمود۔ سفیر احمد، محسن یوسف، حافظ محمد صدیق، فیاض لسکانی، الطاف کسانہ، نعمان طیب، نعیم طاہر بیگ اور ملک جری عباس صاحب کا جنہوں نے اس کام میں میری معاونت فرمائی۔ اور آخر پر میں اپنے مشفق پرنسپل جناب پروفیسر محمد نواز خان کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کام میں ہمیشہ میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میرے اندار ہمیشہ آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اللہ میرے تمام احباب کو اپنی زندگیوں میں کام یاب فرمائے۔ (امین)

محمد حسنین عسکری

صدرِ شعبہ اردو

گورنمنٹ پائیلٹ ہائیر سیکنڈری سکول

سیال کوٹ

لسانیات کا مختصر تعارف

1۔ لسانیات کی تعریف

2۔ لسانیات کی مختصر تاریخ

3۔ لسانیات کی اہمیت وافادیت

4۔ پاکستان میں لسانیات

5۔ لسانیات کی اہم شاخیں

زبان کیا ہے؟

زبان کیا ہے؟ یہ کب سے ہے؟ انسان نے کب سے بولنا شروع کیا؟ یہ وہ سوال ہیں جو روز ازل سے جنم لے رہے ہیں۔ ہر دور کے ماہرین نے ان سوالوں کے خاطر خواہ جواب ڈھونڈنے اور اس علم میں اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ زبان دراصل اللہ رب العزت کی خاص نعمت ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اپنے خیالات، جذبات اور احساسات دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ زبان دراصل آوازوں کے بامعنی مجموعے کو کہا جاتا ہے جو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ البتہ یہ سوال آج بھی تحقیق طلب ہے کہ انسان قوتِ گویائی اپنے ساتھ دنیا میں لایا یا دنیا میں آکر یہ سب کچھ سیکھا؟ اس سلسلے میں مختلف نظریات سائنسی و ادبی سطح پر موجود ہیں۔

زبان سے متعلق غور کرنے کا سلسلہ ابتدائی زمانے ہی سے سنجیدگی سے چلا آرہا ہے۔ مذہبی رہنماؤں اور مدبروں کے شانہ بہ شانہ اہل علم حضرات بھی اس سلسلے میں غور و خوض کرتے چلے آرہے ہیں۔ افلاطون اور ارسطو جیسے فلسفیوں نے بھی زبان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ افلاطون کی مشہورِ زمانہ کتاب (Cratylus) علمِ زبان کے متعلق پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ زبان کے قواعد، تذکیر و تانیث اور اجزائے کلام کی ابتدائی تعریفیں یونانی دانشور ارسطو نے بیان کی ہیں۔ اسی طرح زبان کے ابجدی تحریر کا آغاز بھی یونان سے ہوا۔ اسی وجہ سے یونان کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے ہم نے روئے زمین پر علم کا آغاز کیا اور ہر قسم کا علم ہم نے ہی ایجاد کیا۔ اس سلسلے میں بہت سی کتب اور بیش قیمت علم آج بھی موجود ہے۔ اس کے بعد قدیم

ہندوستانیوں اور عربوں نے بھی زبان کے متعلق کافی غور و خوض کیا۔ اس سلسلے میں زمانہ قدیم کے شاعر، ماہرِ صوتیات پانِنی کی اشٹا دھیائی (علمِ صوت کے متعلق کتاب جس میں صوتیات کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں) خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

انیسویں صدی میں اس سلسلے میں ہمیں بہت سے مفکرین ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے زبان کے متعلق باقاعدہ تحقیق شروع کی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جرمنی میں زبانوں کے مطالعے کے لیے ایک اہم شعبہ (Comparative Philology) سامنے آیا۔ جس کی نگرانی سر ولیم جونز نے کی۔ سر ولیم جونز سے اشارہ پاکر یہ شعبہ مختلف زبانوں کے خاندانی رشتوں کے کھوج میں لگ گیا۔ لیکن ان ماہرین لسانیات کا طریقہ کار صرف تاریخی اور کلاسیکی زبانوں تک ہی محدود رہا۔ اس عہد کی باقی زندہ زبانیں ان کے مطالعے کی توجہ کا مرکز نہ بن سکیں۔

انیسویں صدی میں تو زبان کا ایک روایتی مطالعہ جاری رہا جس میں نہ تو زبان کے مطالعے کے کوئی خاص اصول وضع کیے گیے اور نہ کوئی باقاعدہ طریقہ کار متعارف کرایا گیا۔ اس کے بعد زبان کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کا آغاز بیسویں صدی میں اُس وقت شروع ہوا جب سویٹزرلینڈ کے (Feridanand de sasure) کی کتاب منظرِ عام پر آئی۔ یہ ساسور ہی تھا جس نے پہلی بار زبان کے تقریری روپ کی جانب اہلِ زبان کی توجہ مبذول کرائی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ماہرین لسانیات کی ایک زبردست تحریک نے جنم لیا۔ اس طرح سے جدید لسانیات کے شعبے کا قیام عمل میں آیا۔ اس دور میں ہمیں اہلِ زبان کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جس نے زبان کے باقاعدہ سائنسی مطالعہ کے طریقہ کار کو وضع کیا۔ اس کے ساتھ ہی سینکڑوں کتب لکھی گئیں۔ جس سے لسانیات کی راہ متعین ہوئی۔ اور اس میدان میں ایک منظم تحقیقی کام شروع ہوا۔

یہ بات واضع ہے کہ لسانیات اردو میں ابھی کم سن علمی شعبہ ہے لیکن اس کم سن نے اس مختصر وقت میں اردو زبان و ادب کے حق میں وہ کر دکھایا جو روایتی علم زبان سالہاسال نہ کر سکا۔ لسانیات سے پہلے تک تو صرف لکھا ہی جارہا تھا مگر زبان کی صحیح تحقیق کو درخورِ اعتنا نہیں

سمجھا جاتا تھا۔ اس کی بنیاد، اصل جائے وقوع، ہم سایہ زبانوں کے ساتھ رشتہ اور بالخصوص ہندی ،فارسی، عربی اور سنسکرت زبانوں کے ساتھ اس کا میل جول وغیرہ اور اس کے علاوہ زبان سے جڑی اہم بنیادی باتیں جو ابھی تک دھندلکے میں تھیں وہ سب روشن ہو گئیں۔ اور ماہرینِ لسانیات کی کثیر جماعت نے اس پر کام شروع کیا۔ اگر دیکھا جائے تو اردو کو عالمی زبان کی درجہ دینے میں لسانیات کا کردار بہت اہم ہے۔ اگر اردو میں لسانی کام نہ ہوتا تو شاید یہ زبان بھی باقی کم ترقی یافتہ زبانوں کی طرح کسی دھندلکے میں پڑی ہوتی۔

انسان چوں کہ سماجی حیوان ہے اس لیے اس معاشرے میں زندگی بسر کرنے اور اپنی تمام تر ضروریات پورا کرنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہے۔ اسے روز مرہ کی زندگی گزارنے اور دوسروں سے گفت گو کرنے کے لیے اسے ایک مخصوص زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔۔ زبان دراصل ایک اکتسابی عمل ہے یہ معاشرے میں سیکھی جاتی ہے۔ جس کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔

لسانیات وہ علم ہے جس میں زبان کی بناوٹ ،تشکیل ،تدریجی ارتقا، صرف و نحو ،زندگی اور موت کے بارے جان کاری ہوتی ہے۔ زبان کے متعلق منظم علم لسانیات کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی سائنس ہے جس میں زبان کو داخلی بناوٹ کے لحاظ سے سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان میں آوازوں ”خیالات، جذبات ‘ سماجی احوال اور لفظ و معنی وغیرہ شامل ہیں ۔ لسانیات میں زبان کا استعمال ایک خاص معنی میں ہوتا ہے۔ اشاراتی زبان یا تحریری زبان کی لسانیات میں مرکزی حیثیت نہیں ہے۔ لسانیات میں تقریری زبان کے مطالعے کو تحریر کے نسبت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ جن میں چند ایک درج ذیل ہیں

١۔ انسانی تہذیبی تاریخ وارتقاء میں انسان نے سب سے پہلے بولنا شروع کیا اور لکھنے کا فن بہت بعد میں ایجاد ہوا۔

٢۔ پیدا ہونے کے بعد ایک بچہ سب سے پہلے بولنا سیکھتا ہے اور لکھنا بعد میں۔

٣۔ دنیا کے تمام انسان بولنا جانتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں لکھنے والوں کی تعداد کم ہے۔

۴۔ ہماری روز مرہ کی گفت گو میں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو لکھنے میں نہیں آتی۔ وہ صرف بولنے کی حد تک ہوتی ہیں

زبان کو عربی میں "لسان" کہا جاتا ہے، اور نگریزی میں اس کے لیے Language کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا منظم نظام ہے، جس کے تحت انسان اپنے خیالات کی بہترین ترسیل کرتا ہے۔ زبان کا باقاعدہ مطالعہ علم زبان یا لسانیات کہلاتا ہے۔ عام طور پر زبان کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

1۔ وہ عضو جو جوفِ دہن میں موجود ہے۔

2۔ وہ آوازیں جو جوفِ دہن میں موجود عضو (زبان) سے ادا ہوں۔

زبان کی تعریفیں

بقول خلیل صدیقی:

"زبان چند ایسے مفردات اور مرکبات کا مجموعہ ہے جو مختلف انسانی جماعتوں میں بطور مقررہ اشارات کے کام دیتے ہوں، یا ایسے متلفظ اشارات جو انسان کے منہ اور زبان سے مختلف رنگوں میں خارج ہوتے اور نکلتے ہوں۔ جن میں کچھ نہ کچھ معنی اور تعبیرات ہوں"۔ 1

زبان دراصل اشاروں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے جوفِ دہن سے ادا کرتا ہے۔ یہ مختلف طریقوں سے ادا ہوتی ہے۔ ہر لفظ اپنی ایک مخصوص شکل رکھتا ہے جو سننے والے کے دماغ میں ثبت ہوتی جاتی ہے۔ یہ الفاظ کی صورت میں خارج ہوتی ہے اور دماغ اس کی پہچان کرتا ہے۔ یہ الفاظ اپنا وجود رکھتے ہیں۔ اردو کے معروف ادیب مولانا محمد حسین آزاد زبان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اظہار کا وسیلہ کہ متواتر آوازوں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ جنہیں تقریر یا سلسلہ الفاظ یا بیان یا عبارت کہتے ہیں اسی مضمون کو ایک شاعرانہ لطیفے میں بیان کرتا ہوں، کہ زبان ہوائی سواریاں ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے راستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ اس سے رنگین تر مضمون یہ ہے کہ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دست کاری ہے جو آنکھوں

سے نظر آتی ہے۔ اسی طرح تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے۔ جو آواز کے قلم نے ہوا پر کھینچی ہے۔ وہ صورت، ماجرا، کام، مقام اور ساری حالت کانوں سے دکھاتی ہے"۔2

محمد حسین آزاد نے بہت خوب صورت انداز سے زبان کے متعلق گفت گو کی ہے۔ وہ الفاظ کو سواریوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ تقریری الفاظ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ آواز کے قلم سے خوب صورت تصویریں خلق کرتے ہیں۔ لہذا آواز کا یہ اچھوتا انداز اپنے تائیں ایک منفرد اہمیت کا حامل ہے۔ جان بیمز کے بقول:

"زبان آوازوں کے ایسے مجموعے کا نام ہے، جسے انسان اپنا خیال دوسروں پر ظاہر کرنے کے لیے ارادتاً نکالتا ہے، اور ان آوازوں کے معنی تعین کر لیے گئے ہیں"۔3

درج بالا تعریفوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ زبان ایک منظم نظام ہے۔ جو اظہار خیال کا بہترین اور واحد ذریعہ ہے۔ اللہ رب العزت نے انسانی دماغ میں خیالات، جذبات، خواہشات وغیرہ ودیعت کیے ہیں۔ جن کی ادائیگی زبان سے ہوتی ہے۔ تاریخی حوالوں سے دیکھا جائے تو شروع شروع میں انسان اشاروں اور کنایوں سے اپنی اظہار خیال کرتا تھا۔ پھر یہ ترقی کرتا ہوا اشاروں سے الفاظ اور پھر تحریر تک پہنچ گیا۔ زبان کے بارے میں ماہرینِ لسانیات کا خیال ہے کہ کسی بھی زبان کو سیکھنے کا مرحلہ بچپن ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے یہ بچپن کا مرحلہ گزر جائے تو جائے پھر کسی نئی زبان کو سیکھنا اور اس پر دست رس حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ انسان اور حیوان کے درمیان تمیز کرنے والی چیز "زبان" ہے۔ جسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ویسے تو اظہارِ خیال کے بہت سے ذرائع ہیں جس طرح ہاتھوں، آنکھوں یا جسم کے باقی اعضاء سے اشارے کرنا، چہرے کے تاثرات یا اچھل کود وغیرہ شامل ہے۔ لیکن ان تمام ذرائع کے علاوہ اظہار خیال یا جذبات و تاثرات کا سب سے موثر اور بہتر ذریعہ فقط زبان ہے۔ کسی زبان کی ترقی و ترویج میں فرد سے معاشرے تک، تمام تہذیب و ثقافت، مذہب و شریعت، ادب و غیر ادب، سیاست، تعلیم، اور سائنسی و سیاحتی ترقی وغیرہ جیسے عناصر شامل ہیں۔ ماہرینِ زبان نے زبان کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔

اشاراتی زبان: یہ زبان کے ارتقا کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ زبان دراصل مخصوص اشاروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ابتدا میں انسان اشاروں میں ہی ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتا اور اس مخصوص انداز سے بات سمجھاتا۔ اس زبان میں مخصوص امور سر انجام دینے کے لیے مخصوص اشارے استعمال ہوتے۔ یہ تمام تر اشارے آج بھی تقریباً ہماری گفت گو کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور انہیں ادا کیا جاتا ہے۔

تکلمی زبان:

یہ زبان کی دوسری اور اہم صورت ہے۔ اس میں انسان منہ سے مخصوص آوازیں نکالتا ہے اور انہی تکلمی آوازوں سے وہ اپنی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ ان آوازوں کے ادا کرنے اور انہیں سمجھنے میں حواس خمسہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہاں یہ نقطہ ضروری ہے کہ تکلمی آوازوں کے لیے دوسرے سامع کی قوتِ سماعت درست ہو۔ ورنہ زبان کی یہ قسم لایعنی سمجھی جائے گی۔

تحریری زبان:

زبان کے ارتقاء میں تحریری زبان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تحریر کو زبان کی بنیادی اکائی سمجھا جاتا ہے۔ تحریر کسی بھی زبان کا حسن ہوتی ہے۔ یہ تحریری زبان سے ہی رسم الخط کی طرح ڈالی گئی۔ اس سے زبان کے حروفِ تہجی وجود میں آئے۔ اور آوازوں کو لفظوں کا جامہ پہنایا گیا۔ آوازوں کو تحریری شکل میں آنے سے یہ فائدہ بھی ہوا کہ انسان کو اپنے خیالات و مشاہدات محفوظ کرنے کا موقع ملا۔ اور یہ سرمایہ ادبی شکل میں نسل در نسل منتقل ہونے لگا۔ تحریر کی وجہ سے کتابیں وجود میں آئیں، اور زبان کو وسعت اختیار کرنے کا موقع ملا۔ بلاشبہ تحریری زبان سے ہی زبان کا وجود برقرار رہتا ہے۔ پھلتی پھولتی اور محفوظ رہتی ہے۔

زبان اور بولی:

زبان ایک ارتقائی عمل ہے۔ یہ مختلف بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اگر اس کا ارتقاء رک جائے تو وہ زبان مردہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ بات واضح ہے کہ دنیا کی ہر زبان مخلوط ہے۔ جو مختلف علاقائی اور

مقامی بولیوں سے وجود میں آتی ہے۔ زبان کا دائرہ بولی کی نسبت وسیع ہوتا ہے۔ ایک ملک میں ایک سے زیادہ بولیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن وہاں کی زبان فقط ایک ہو گی۔ جو کہ اس کی پہچان ہو سکتی ہے۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ بولی ایک جز ہوتی ہے، جب کہ زبان کُل۔ بولی علاقائی تغیر اور اثرات سے وجود میں آتی ہے۔ لیکن اس میں تبدیلیاں بتدریج پیدا ہوتی ہیں۔ اگر زبان اپنی اہمیت کھو بیٹھے تو محض ایک بولی بن کر رہ جاتی ہے۔ اور کوئی دوسری ترقی یافتہ بولی زبان کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ کوئی بھی معیاری زبان کسی بھی زبان کی اہم بولی ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کے پھیلاؤ میں مختلف بولیاں شامل ہو کر اس کی وسعت کا سبب بنتی ہیں۔ بعض بولیاں کسی زبان کی بگڑی ہوئی شکل ہوتی ہیں

لسانیات کیا ہے؟

لسانیات، زبان کا منظم سائنسی مطالعہ ہے۔ تعلیمی نظام میں لسانیات بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سلسلے میں یہ لسانیات کا کمال ہے کہ اس نے زبان کی ماہیت کے شعور کو عطا کیا ہے یعنی یہ بتایا کہ زبان کیا ہے؟ زبان کو روایت کی دنیا سے نکال کر معروضیت کی روشنی میں پیش کیا اور اس کے پوشیدہ پہلوؤں کو تحقیق کے قابل بنایا۔ لسانیات نے زبان کے مطالعے کے بنیادی طور پر دو طریقہ کار وضع کیے ہیں۔

1۔ تاریخی لسانیات　　　　2۔ توضیحی لسانیات

یہ دو اصول ہی شروع میں بنائے گئے اور پھر انہی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زبان پر مزید تحقیقی کام ہونے لگا۔ اس کے بعد مزید لسانیات کے شعبے سامنے آئے۔

لسانیات عربی زبان کے دو الفاظ "لسان" اور "یات" کا مرکب ہے جس کا مطلب بالترتیب "زبان" اور "مطالعہ" ہے۔ اس کا لفظی مطلب "زبان کا مطالعہ" ہے، اس مطلب کو اگر سامنے رکھا جائے تو اس کے دو مفہوم واضح ہوتے ہیں یعنی زبان کا مطالعہ دو طریقوں سے کیا جا سکتا ہے:

ا۔ زبان کا تاریخی مطالعہ　　　　۲۔ زبان کا موجودہ مطالعہ

اس لحاظ سے زبان کے مطالعے کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور ماہرین لسانیات نے اس سلسلے میں زبان کے دو طرح کے مطالعے کا ذکر کیا ہے،

اس سلسلے میں ڈاکٹر فوزیہ اسلم لکھتی ہیں کہ:

"زبان کے علوم دو طرح کے ہیں: علم اللسان (Philology) اور لسانیات (Linguistics)۔ علم اللسان زبان کا ماضی ہے تو لسانیات زبان کا حال، علم اللسان زبان کے ساتھ ادب کا بھی مطالعہ کرتا ہے اس لیے نسبتاً وسیع تر اصطلاح ہے، جب کہ لسانیات فقط زبان ہی کو اپنا موضوع بناتی ہے۔"۴

تاریخی حوالے سے لسانیات کا علم بہت قدیم ہے۔ اگرچہ یہ مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا۔ لیکن یہ بات واضع ہے کہ یہ اصطلاح بالکل نئی ہے۔ لسانیات نہ صرف زبان کی تاریخ بل کہ ادب کا بھی مطالعہ کرتی ہے۔ یہ ایک وسیع علم ہے۔

لسانیات کی تعریفیں

سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

"لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان کی ماہیت، تشکیل، ارتقاء، زندگی اور موت سے متعلق آگاہی حاصل ہوتی ہے۔"5

ڈاکٹر محی الدین زور قادری اردو لسانیات کے بانی تصور کیے جاتے ہیں۔ اردو زبان پر لسانیات کی پہلی کتاب ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھی۔ جو کہ لسانیات کی خشتِ اول سمجھی جاتی ہے۔ انہوں نے لسانیات کو زبان کی زندگی اور موت کہا ہے۔ ان کے نزدیک لسانیات کسی بھی زبان کی ترقی و ترویج اور اس کے نشر و اشاعت کا سبب ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین لکھتے ہیں کہ:

"لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔6"

لسانیات میں زبان کی ساخت و پرداخت، تشکیل، تدریجی ارتقاء، الفاظ کی بناوٹ، کلام کے اجزاء اور ان کی ابتداء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حامد اللہ ندوی لکھتے ہیں:

"زبان کے مختلف پہلوؤں کا فنی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے۔ زبان کا یہ فنی مطالعہ دو زمانی بھی ہو سکتا ہے اور ایک زمانی بھی۔ دو زمانی مطالعے کی حیثیت تاریخی ہوتی ہے، جس میں کسی زبان کی عہد بہ عہد ترقی یا مختلف ادوار میں اس کی نشوونما کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ایک زمانی مطالعے کی حیثیت توضیحی ہوتی ہے۔ جس میں ایک خاص وقت یا خاص جگہ میں ایک زبان جس طرح بولی جاتی ہے اُس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔"7

لسانیات دراصل تاریخی پہلوؤں کی حامل بھی ہے۔ اس کے تاریخی مطالعے کے دو اہم طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ جس میں پہلا یک زمانی اور دوسرا دو زمانی ہے۔ کسی زبان کا خاص دور کا مطالعہ اور جملہ تبدیلیاں اور اس کی عہد بہ عہد ترقی یک زمانی مطالعہ کہلاتا ہے۔ اس کا تعلق توضیحی لسانیات سے ہوتا ہے۔ لسانیات کے حوالے سے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

"لسانیات کی ہم یہ تعریف کر سکتے ہیں کہ لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔"8

لسانیات کے موضوع پر خامہ فرسائی کرنے والے علماء میں سب سے جُدا کام ڈیوڈ کرسٹل نے کیا، ان کی اس موضوع پر مختصر مگر جامع کتاب "لسانیات کیا ہے" بہت اہمیت کی حامل ہے۔ انہوں نے اس میں تین اہم ترین موضوعات پر لکھا ہے۔ لسانیات کیا نہیں ہے؟ لسانیات کیا ہے؟ اور لسانیات کے فوائد۔ ان موضوعات کی روشنی میں ڈیوڈ کرسٹل نے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ کون کون سے موضوعات لسانیات میں شامل ہوتے ہیں اور کون سے موضوعات اس سے خارج ہوتے ہیں۔ کن چیزون کو ہم لسانیات کے ضمرے میں لا سکتے ہیں اور کن موضوعات کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا جا سکتا۔ ڈیوڈ کرسٹل لسانیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"لسانیات کا علم سائن ٹی فک طریقے سے زبان کا مطالعہ کرتا ہے۔"9

لسانیات اگرچہ نئی اصطلاح ہے، لیکن اس کے مبادیات و مباحث نئے نہیں ہیں، بلاشبہ اس علم نے باقاعدہ مضمون کی شکل بہت بعد میں اختیار کی۔ اس کا مطالعہ بھی سائنسی ہوتا ہے۔

ایف۔ سی۔ باکٹ۔ لسانیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"زبان کے بارے میں منظم علوم کو لسانیات کہا جاتا ہے۔"10؎

بلاشبہ لسانیات زبان کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرتی ہے۔یہ مطالعہ یک زمانی بھی ہو سکتا ہے اور دو زمانی و تاریخی بھی۔ لسانیات زبان کی عہد بہ عہد نشوونما اور نشیب و فراز کو بھی زیر بحث لاتی ہے۔

لسانیات کی مختصر تاریخ

یہ بات تو واضح ہے کہ لسانیات دراصل زبان کا ہی مطالعہ ہے۔ اگرچہ یہ اصطلاح بہت بعد میں رائج ہوئی لیکن زبان کا مطالعہ روزِ اول سے ہی ہو رہا ہے، اس لیے اگر ہمیں زبان کی تاریخ کو دیکھنا ہو گا اس کے بعد یہ جانچنا ہو گا کہ لسانیات کو مختلف ادوار میں کِن کِن ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قدیم زمانے میں اس مضمون کو "گرامر" یا "علم اللغہ" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اِسے زبان کا باقاعدہ حصہ سمجھا جاتا تھا نہ کہ کوئی علاحدہ مضمون۔ اُس وقت یہ مضمون ابتدائی منزلوں میں ہونے کے سبب انتہائی سادہ تھا۔ اس میں بہت زیادہ مسائل تھے۔ قواعد اور لغت کے مسائل اور دائرہ کار میں حدِّ فاصل قائم کرنا انتہائی مشکل تھا۔ قواعد کے اصول صرف و نحو کی بحثیں، لغت کے اصول و مبادیات یہ سب مبہم حد تک موجود تھے۔

لسانیات کی ابتداء کے حوالے سے ابوالاعجاز حفیظ صدیقی یوں لکھتے ہیں:

"لسانیات (Linguistics) کا اردو ترجمہ ہے۔ فلالوجی (Philology) کی اصطلاح بھی لسانیات کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہے۔ لیکن فلالوجی نسبتاً ایک وسیع تر اصطلاح ہے جس کے مفہوم میں زبان کے سائنسی مطالعہ کے علاوہ ادبیات کا سائنسی مطالعہ بھی شامل ہے۔"11؎

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ لسانیات ایک قدیم علم ہے لیکن اس علم کے لیے لسانیات کی اصطلاح بعد میں استعمال ہوئی ہے۔ اگرچہ اب یہ علم بہت ترقی کر چکا ہے۔ اور اس کے لیے زیادہ تر فلالوجی کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی رہی ہے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ لسانیات کو سب سے پہلے فلالوجی(Philology)
کا نام ہی دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ زبان کا مطالعہ فلالوجی(Philology) کہلاتا
ہے، یہ اصطلاح سب سے پہلے ۱۷۱۶ء میں ڈیویز نے استعمال کی۔12؎

فلالوجی ایک قدیم اصطلاح ہے۔ یہ لفظ زبان کے مطالعے کے لیے استعمال ہو تا رہا ہے۔ لیکن اس کی وسعت اس قدر نہیں تھی لیکن لسانیات کے علم نے بہت حد تک وسعت حاصل کر لی ہے۔

ایک عرصے تک زبان کے مطالعے کے لیے فلالوجی کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی، لیکن اس اصطلاح میں وسعت ہونے کے سبب بعد میں زبان کے مطالعے کے لیے فلالوجی کی جگہ ”علم اللغہ“ اور ”فقہ اللغہ“ کی اصطلاحیں استعمال کی گئیں۔13؎

لسانیات کی تاریخ کے حوالے سے ڈاکٹر طارق رحمان لکھتے ہیں کہ:

”لسانیات کی تاریخ پر مغربی تحریروں کا آغاز افلاطون(بی سی ۳۴۷۔۴۲۷) سے ہوتا ہے۔ جب کہ پاکستان کے ایک قدیم شہر ٹیکسلا میں سنسکرت گرامر دان پانینی پانچویں تا ساتویں صدی قبل مسیح کے دور میں گزرا۔ یعنی اس کا دور افلاطون کے دور سے پہلے کا ہے۔ پانینی سے پہلے بھی شاید دوسرے ماہرین لسانیات گزرے ہوں۔ مگر ہمارے پاس ان کا تحریری ثبوت موجود نہیں ہے۔ پانینی نے اپنے پیچھے سنسکرت پر چار ہزار اشعار چھوڑے ہیں۔ اس کی آٹھ کتابیں سنسکرت گرامر کے بیان پر موجود ہیں۔ اسے صوتیات کا جد امجد کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اس نے آوازوں کی تخلیق کے لیے منہ میں زبان کی حرکت کی وضاحت کی۔“14؎

درج بالا بیان سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ لسانیات کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ لسانیات کس زبان کے توسط سے آگے بڑھی تو وہ سنسکرت ہی ہو سکتی ہے۔

تاریخی اعتبار سے زبان کے مطالعے کا سلسلہ مختلف اصطلاحوں اور ناموں سے عہد بہ عہد جاری رہا۔ اس سلسلے میں اگر لسانیات کا حقیقی پیش رو کسی کو کہا جا سکتا ہے تو جان گوٹفرائیڈ ہرڈر ہے۔ جس نے زبان کی بنیاد سائنسی بنیادوں پر رکھی۔ اس سلسلے میں اس نے اپنی مشہور تصنیف ”زبان کے

ماخذ"میں تفصیلی گفتگو کی۔ ہرڈر ایک مشہور سائنس دان اور فلاسفر کافٹ کا شاگرد تھا۔ اور عظیم فلاسفر وشاعر گوئٹے کا گہرا دوست تھا۔15؎

لسانیات کا علم زبان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ اسی علم کی منظم بنیاد مشہور ماہر لسانیات جان گوٹفر ائیڈ ہرڈر ہیں۔ یہ بہت بڑے فلسفی اور اپنے عہد کے زبان دان تھے۔ انہوں نے زبان کے اصول مرتب کیے اور اس کی ساخت کے حوالے سے خاطر خواہ کام کیا۔

"ہرڈر نے لسانیات کے متعلق منطقی تحقیقی حقائق جاننے کی بھرپور کوشش کی اور اس بات کو ثابت کرنے میں کامیاب رہا کہ زبان کسی مافوق الفطرت ذات کا تحفہ یا عطا نہیں بلکہ انسان کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہماری زبان ناقص ونامکمل ہے۔ اسے اللہ جیسی مکمل ذات کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں۔"16؎

زبان کے متعلق سنجیدہ تحقیق روزِ ازل سے ہی شروع ہے۔ انسان آج تک اس بات کی تحقیق کرنے میں لگا ہے کہ زبان قدرت کا عطا کردہ تحفہ ہے یا انسان کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ! ہرڈر نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زبان انسان کی ذاتی کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے۔ لیکن اگر کچھ اسلامی نظریات اور قرآنِ کریم کی آیات سے استنباط کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تحفہ ہے جس کا ذکر سورہ رحمان میں ہوا ہے۔ کہ "(اللہ تعالیٰ) بیان (بولنا) سکھایا" الغرض انسان بولنے کا فن لے کر آتا ہے لیکن اس میں بہ تدریج ترقی بعد میں ہوتی رہتی ہے۔

۱۸۴۱ء میں زبان کے مطالعے کو (Glottology) کے نام سے موسوم کیا گیا، لیکن یہ نام زیادہ دیر رائج نہ ہو سکا اور اس کے بعد انیسویں صدی میں فرانس میں اس کے لیے ایک اور نام (Linguistique) رائج کیا گیا۔ اس کے بعد انیسویں صدی میں اس کے لیے انگریزی زبان میں (Linguistics) کا لفظ استعمال کیا گیا۔ جو بہت مقبول ہوا۔ اسی لفظ کو فارسی میں "زبان شناسی" کہا جانے لگا اور اُردو میں پہلے "علمِ زبان" اور بعد میں "لسانیات" کے نام سے پکارا گیا۔17؎

بلاشبہ لسانیات ایک نئی اصطلاح ہے، اس لفظ کا اطلاق انیسویں صدی میں نظر آتا ہے لیکن اس علم کے مباحث اتنے ہی قدیم ہیں جتنی زبان۔ دیگر علوم کی طرح لسانیات بھی ایک علم ہے جو مختلف ارتقائی منازل طے کرتا آیا ہے۔ لسانیات کو زبان کی سائنس کہا گیا ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ لسانیات زبان کی سائنس ہے تو یہ بعید نہیں کہ لسانیات کسی بھی زبان کا مطالعہ سائنسی اصولوں کے تحت کرتی ہے۔ جس طرح سائنس مختلف مراحل سے گزر کر حتمی نتائج کی حامل ہوتی ہے اسی طرح لسانیات بھی مختلف مراحل سے گزر کر زبان کے اصولوں کو منطقی سطح تک لے جاتی ہے۔ جب ہم لسانیات کا بطورِ سائنس مطالعہ کرتے ہیں تو پھر یہ علم وسعت اختیار کرتا ہوا دوسرے علوم تک پھیل جاتا ہے اور ان کی وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اس کا تعلق دوسرے سائنسی مضامین سے جُڑ جاتا ہے۔ اور جس طرح باقی سائنسی مضامین مختلف اصول و قواعد کے تحت چلتے ہیں اس طرح لسانیات بھی متعین اصولوں کی کاربند ہے۔

اس ضمن میں خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"جب لسانیات کی تعریف کی جاتی ہے کہ وہ زبان کی سائنس ہے تو یہ تعریف دائرہ علوم و وقوف اور دیگر سائنسی مطالعات کی طرح دوسرے علوم سے کچھ مخصوص رابطوں اور موضوع کی شعبہ جاتی تقسیم کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔ لسانیات کو طبی، سمعیات، عضویات، نفسیات، بشریات سے بھی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن دوسرے علوم کی طرح اس کا ارتقائی سفر بھی جاری ہے۔ اس کے نئے نئے افق اور نظریے ابھرتے رہے۔ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ بُنیادی اہمیت کے بعض نقطہ ہائے نظر تبدیل بھی ہو سکتے ہیں یا ان کی ترجیحی حیثیت میں فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لیے اس علم کا ایسا حتمی جائزہ جو رویے، کیفیت اور جامعیت کے لحاظ سے تمام تر مکاتیب فکر کے لیے ناقابلِ قبول ہو، ممکن نہیں۔" 18؎

لسانیات کا انسان، زندگی اور زبان و ادب سے چولی دامن کا ساتھ ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جتنا انسان اور زبان و ادب قدیم ہے اتنا ہی یہ علم، تو بے جا نہ ہو گا۔ انسان ہمیشہ بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہا۔ جہاں اس نے باقی علوم و فنون میں ترقی کی اسی طرح اس نے زبان اور اس کے علم

میں بھی ترقی کی۔ زبان کی تراکیب، بناوٹ اور ساخت کا مطالعہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہ علم لسانیات ہی ہے جو زبان کے اس شعبے کی تشنگی بجھاتا ہے۔

لسانیات کی اہمیت وافادیت

لسانیات زبان کا سائنسی مطالعہ کرتی ہے۔ بالفاظِ دیگر لسانیات ایک سائنس کا درجہ رکھتی ہے، اس زبان کی ساخت، قواعد اور آوازوں کے علاوہ مختلف پہلوؤں کا مطالعہ ومشاہدہ کیا جاتا ہے۔ لسانیات کے مطالعہ کا مقصد زبان کی صوتیاتی، صرفی، نحوی،معنیاتی سطحوں کے بارے میں اصول وضوابط وضع کرنا ہے۔ لسانیات زبان کی داخلی ساخت کا مطالعہ کرتی ہے۔لسانیات کی یہ خاصیت ہے کہ یہ صرف انسانی آوازوں کا مطالعہ کرتی ہے اور وہ انسانی آوازیں جو بامعنی ہوں۔

لسانیات نسبتاً نیا مضمون ہونے کے باوجود زبان وادب، نفسیات، عمرانیات، بشریات، فلسفہ اور ریاضی جیسے اہم ترین مضامین کے لیے بھی بہت ضروری اہمیت کا حامل ہے۔ دورِ جدید میں اس کی وسعت میں بڑی سرعت سے اضافہ ہوتا جارہاہے۔ اس علم کی مدد سے مختلف زبانوں کی عمر اور زبانوں کے باہمی اشتراک کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس علم سے نسلوں اور قبیلوں کی تاریخ وارتقاء کا جائزہ ممکن ہوتا جارہاہے۔

علم لسانیات کے ذریعے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کس زبان یا قوم نے کہاں سے سفر شروع کیا۔ کِن کِن زبانوں کا اثر قبول کیا۔ زبان کے رسم الخط میں کیا تبدیلیاں آئیں؟ رسم الخط کی موجودہ شکل کتنے عرصے سے ہے؟ مزید اس میں کیا بہتری لائی جاسکتی ہے؟

جن زبانوں کا رسم الخط نہیں ہوتا لسانیات اُن زبانوں کو رسم الخط فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ رسم الخط میں موجود خامیوں کی نہ صرف نشان دہی کرتی ہے بل کہ اس میں مزید بہتری کے لیے بھی اصول وقانون متعین کرتی ہے۔ لسانیات کا ادب سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ لسانیات کو ادب ہی مواد فراہم کرتا ہے تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ لسانیات مخطوطات کا زمانی تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے صدق یا کذب کا استنباط کرتی ہے۔ اس دور کی

اہم غلطیوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس میں زمانی تبدیلیوں کو واضح کرتی ہے۔ اس طرح یہ کام زبان کے ارتقاء میں اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے۔ لسانیات ایسے قواعد وضع کرتی ہے جس سے دوسری زبان کو کم وقت اور آسانی سے سیکھا جا سکے۔ لسانیات کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں: ” زبان وادب کا تعلق اتنا عیاں ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں۔ زبان کا آغاز اور ارتقاء لسانیات کا موضوع ہے جس پر نظر رکھے بغیر ادب کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ محض ادیب اس میدان میں جس سراب میں کھو جاتا ہے لسانیات اس سے نکال کر صراطِ مستقیم دکھاتی ہے۔“19؎

لسانیات کے خاطر خواہ فوائد کے سبب ترقی یافتہ ممالک میں اس علم کو اور زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے، اس کی وسعتوں میں مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اس علم کو ریاضی اور شماریات کے علم کی طرز پر ڈھالا جا رہا ہے اسے فوجی ضرورتوں کی تکمیل اور رہنمائی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس علم کے ذریعے خفیہ الفاظ بنانے، دوسروں تک منتقل کرنے، انہیں سمجھنے اور ان کے پڑھنے کا اہم عمل کیا جا رہا ہے۔ یورپی ممالک میں اس علم کو کمپیوٹر پروگرام کا حصہ بنانے کا عمل جاری ہے۔ اس علم کی مدد سے ایک ایسی مشین کی تخلیق کا عمل جاری ہے جو ایک زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا کو گلوبل ویلج بنانے والے علم لسانیات کے ذریعے ایک ہی مشترکہ زبان کی تیاری میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں لسانیات تاریخی حدوں سے نکل کر سائنس، فلسفہ اور ریاضی کی منزلوں کو چھو رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب لسانیات کے علم کو صِرف زبان کی تاریخ اور قواعد تک محدود رکھا جاتا۔ صنعتی اور سائنسی دنیا میں لسانیات کو بے پناہ پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ جیسے جیسے انسان توہمات کی زندگی سے نکل کر حقیقت درک کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے ویسے ویسے اس علم کی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لسانیات کے فروغ میں سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جائے۔ ابھی بہت سے ایسے میدان اور شعبے پڑے ہیں جن میں لسانیات کا عمل دخل ازحد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں لسانیاتی عمل خانے (Laboratories) بنائے جائیں۔ جہاں جدید

ٹیکنالوجی کے ذریعے اس علم پر مزید تحقیق کر کے اسے وسعت بخشی جاسکے۔ لسانیات کی مدد سے پہلے ایک ایسی مشین تیار کی جاچکی ہے جو تکلمی آوازوں کی تصویر تخلیق کر سکتی ہے۔ اس تصویر سے زبان سیکھنے والوں کو صحیح مدد ملتی ہے۔ اس کو Sound Spectragraph کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مشین میں مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ اگر اسے اس طرح ترتیب دیا جائے کہ تکلمی آوازوں کے ساتھ بننے والی تصویر اس لفظ کو بھی واضح کرے تو اس سے بہرے افراد بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور زبان سیکھنے میں معاونت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہروں کے لیے اس علم کی مدد سے اگر بصری آلہ تیار کیا جائے تو کافی حد تک اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے۔ بقول گیان چند جین:

”لسانیات روایتی قواعد کی اصطلاحوں کو نہیں اپنا سکتی کیونکہ لسانیات کی اصطلاحیں بالکل وہی مفہوم پیش نہیں کرتیں۔ تکنیکی مطالعے میں اصطلاحیں ناگزیر ہیں۔“20؎

اگر فردیات اور لسانیات کا تعلق دیکھا جائے تو لسانیات اس حوالے سے فرد کے آغاز وارتقاء سے بحث کرتی ہے۔ شیر خوار بچے کے زبانی ارتقاء سے آخر عمر تک کا مکمل سفر لسانیات میں زیر بحث آتا ہے۔ اس میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں، کِن مراحل سے گزرنا پڑا، یہ سب بحثیں لسانیات کی ہیں۔ جس طرح بچہ چلنا مشکل سے سیکھتا ہے بالکل اسی طرح وہ زبان بھی مشکل سے سیکھتا ہے۔ چار پانچ سال تک زبان سیکھنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ اس تمام مرحلے کو لسانی فردیات کا نام دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ لسانیات کا دوسرے عمرانی اور انسانی علوم سے بھی گہرا تعلق ہے۔ جن میں فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، سماجیات، نفسیات، حیاتیات، کمپیوٹر اور دوسری سائنسی مضامین خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ ان عمرانی علوم میں ایک اہم علم نسلی لسانیات کا ہے جس میں کسی خاص نسل کی زبان اور تہذیب کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کسی بھی معاشرے میں رشتوں کی بقاء کے لیے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جب کوئی معاشرہ جدت کی طرف گامزن ہوتا ہے تو اس کی زبان میں بھی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس زبان کے مختلف الفاظ پر تحقیق کی جاتی ہے کہ کن الفاظ کا وجود اس زبان کی مرہونِ منت ہے اور کون سے الفاظ دوسری زبانوں سے مستعار لیے گئے ہیں۔ پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ زبان

تاریخی حوالے سے کیا اہمیت رکھتی ہے۔ زبان کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ سامی خاندان سے تعلق ہے یا آریائی سے۔ کس زبان سے زیادہ مماثلت رکھتی ہے۔ پھر اس زبان کی صوتی خصوصیات کیا ہیں۔ یہ تمام تر مراحل اور مباحث لسانیات میں زیر بحث آتے ہیں۔

لسانیات کسی زبان کے قواعد سے بھی بحث کرتی ہے۔ قواعد کے اصول مرتب کرتی ہے۔ فضول اور بے جا بحثوں کو زبان سے منسوخ کر دیتی ہے۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اس کے اصول اور قواعد کی شناسائی از حد ضروری ہے۔ قواعد کسی بھی زبان کے اُن اصولوں کو دریافت کرتے ہیں جن کے ذریعے یہ معلوم کیا جاسکے کہ کون کون سے جملے قواعد کے لحاظ سے قابل قبول ہیں اور کون سے جملے ناقص اور مہمل ہیں۔ قابل عمل جملوں کے اجزاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ان جملوں کا آپس میں تعلق واضح کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان جملوں کی مکمل درجہ بندی کرنا، اقسام کا تعین کرنا، اس کی نحوی ترکیب کو واضح کرنا یہ لسانیات کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ جملوں کے علاوہ الفاظ کی مکمل بحثیں بھی زیر مطالعہ لائی جاتی ہیں۔ ان الفاظ کی بحثوں میں مصدر، مشتق، نکرہ، معرفہ اور ان کی اقسام کا مثالوں کے ساتھ مکمل جائزہ لینا شامل ہے۔

قواعد کے علاوہ لسانیات کا سب سے اہم اور بنیادی موضوع صوتیات کا ہے۔ جس میں زبان کی مختلف آوازوں کی شناخت، درجہ بندی اور حروف کی پہچان کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ یہ آواز کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ آواز کی لہریں کیسے سفر کرتی ہیں؟ کان میں کس طرح سُنی جاتی ہیں؟ کون سے حروف ہوا کی رگڑ سے پیدا ہوتے ہیں؟ کن حروف کو بغیر رگڑ کے ادا کیا جا سکتا ہے؟ ان تمام تر چیزوں کا تعلق صوتیات سے ہے۔

صوتیات میں اُن تمام انسانی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو سمجھی جا سکتی ہیں۔ آواز کے نظام کو دو بڑے حصوں اور مختلف ذیلی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ بڑے حصوں میں مصوتے (Vowels) اور مصمتے (Consonants) شامل ہیں۔ جب آواز نکلتے وقت اعضائے تکلم سے رگڑ کھا کر نکلے تو ان حروف کو مصمتے کہتے ہیں اور جب آواز بغیر رگڑ کے ادا ہو تو اسے مصوتے کہتے ہیں۔ اسی صوتیات کے

ساتھ ایک ملتے جلتے علم کو فونیمیات کہا جاتا ہے۔ صوتیات اور فونیمیات میں معمولی سا فرق ہے مگر یہی معمولی فرق ان دونوں علوم کے درمیان حد فاصل کھینچ دیتا ہے۔ زبان کی آوازوں کا مطالعہ صوت یات کہلاتا ہے لیکن کسی مخصوص زبان کی مخصوص آوازوں کے مطالعے کو فونیمیات کہتے ہیں۔ بقول ڈیوڈ کرسٹل:

"صوتیات اور فونیمیات میں یہ فرق ہے کہ صوتیات میں صرف آوازوں کا عمولی مطالعہ ہوتا ہے جو کسی ایک زبان تک محدود نہیں ہوتا جب کہ فونیمیات میں ایک خاص زبان کو لے کر اس کی مخصوص آوازوں کا ہی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس مطالعے میں آوازوں کے تفاعل کا بیان بھی شامل ہے۔ یہ علم الفاظ اور الفاظ کے مجموعوں کی پہچان بتاتا ہے اور معنی کے اعتبار سے انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے۔"21؎

عصرِ حاضر میں لسانیات کو اگر تحریر و تدریس سے نکال کر مشینی استعمال میں لایا جائے تو بہت سے مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ سائنس کی دنیا میں آج مشینی آدمیوں (Robots) کی ایجاد نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ اس سلسلے میں لسانیات سے خدمات حاصل کر کے مزید بہتری لائی جا سکتی ہے۔ گفت گو کے اجزاء کو مرتب کرنا، ان کی تعداد میں بہتری لا کر کمی کرنا اور بر موقع بات کا موزوں جواب لسانیات کا ہی مرہون منت ہے۔ ہم ابھی تک کمپیوٹر سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے یہ ہماری بات کا خود سے جواب دے۔ کمپیوٹر میں تو یہ صلاحیت ہی نہیں کہ وہ خود سے کچھ کہہ سکے۔ یہ اگر ممکن ہے تو فقط اور فقط لسانیات کے سبب ہو سکتا ہے۔

لسانیات زبان کے تکلمی بگاڑ کو درستی کی طرف لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زبان کی بگڑی ہوئی شکلیں اور ان کی درستی کا تمام تر کام لسانیات سے مربوط ہے۔ زبان کا رسم الخط کون سا ہے؟ اس میں مزید بہتری کیسے ممکن ہے؟ کون سے الفاظ کب اور کن وجوہات کے سبب متروک ہوئے؟ کن الفاظ کو زبان نے اپنے اندر ڈھالا؟ کن کن زبانوں سے متاثر ہوئی؟ یہ سب لسانیات کی ذیل میں زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

لسانیات کے شعبہ صوتیات میں عروض کی بحث خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس فصل میں عروض کی تشکیل اور اصطلاح اہمیت کی حامل ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ابھی تک اردو عروض اُس معیار تک نہیں پہنچ سکا جس معیار پر آج دوسری عالمی زبانیں اور بالخصوص انگریزی ہے۔اس سلسلے میں محنتِ شاقہ کی ضرورت ہے۔ صوتیات میں عروضی اصطلاحیں قائم کرنا۔اس کو سائنٹی فک بنانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ صوتیات کے بغیر علمِ عروض بے وقعت و بے معنی ہے۔ اس کی تمام تر تراش خراش علمِ صوتیات کی ہی مرہونِ منت ہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں کسی ملک کا دفاعی محکمہ مضبوط تر ہونا ملکی سالمیت اور بقاء کے لیے سود مند ہے۔ کسی بھی ملک کی فوج جس قدر مضبوط و مستحکم ہو گی اسی قدر ملک کی سالمیت محفوظ ہو گی۔ فوج کے محکمہ میں آج لسانیات کا عمل دخل بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔اس علم کے ذریعے خفیہ کوڈ دوسرے ملکوں میں اپنے سفیروں اور فوجیوں کو بطورِ پیغام بھیجے جاتے ہیں۔بقول ڈاکٹر گیان چند:

"فوج میں شعبہ لسانیات کے قیام کی واحد وجہ جاسوسی کے فن کی تکمیل ہے۔ دنیا کا ہر ملک اپنے سفیروں اور فوجیوں کو پیغام بھیجنے کے لیے ایک کوڈ استعمال کرتا ہے۔ جو تھوڑے تھوڑے عرصے بعد بدلتا رہتا ہے۔ فوج کے شعبہ صوتیات کے دو کام ہیں اول: روز بروز اپنی حکومت کے لیے ایسا کوڈ تیار کرنا جو دوسروں کے لیے لاینحل ہو۔ دوم: دوسری حکومتوں کے کوڈ فاش کر کے ان کے خفیہ پیغام کو جان لینا۔"22ے

یورپی ممالک میں اب لسانیات کو سائنس، ریاضی اور شماریات کے علم میں ڈھالا جا رہا ہے۔ اب اس علم کو کمپیوٹری لسانیات کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مختلف زبانوں کے ترجمہ کرنے کی مشین تیار کی جائے۔ اس مشین میں ایک زبان کے الفاظ کو داخل کیا جائے تو وہ فوراً اس کا ترجمہ دوسری مطلوبہ زبان میں کر دے، تاکہ کسی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا مسئلہ مکمل طور پر حل ہو جائے۔ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والے مختلف اعداد بھی لسانیات کی ہی مرہون منت ہیں۔

یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ دورِ قریب میں تمام تر مشینی زبانیں لسانیات کے زیر اثر آ جائیں۔اس کے علاوہ لسانیات کو زندگی کے ہر شعبے میں اہمیت حاصل ہو جائے۔

لسانیات کا تاریخ سے گہرا تعلق ہے۔ تاریخ کے ذریعے مختلف قوموں، قبیلوں اور ملکوں کے عروج وزوال اور ترقی و تنزلی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ کا تدریجاً ارتقاء لسانیات کا خاص موضوع ہے۔ جس کا اثر بلا واسطہ ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی پر پڑتا ہے۔ الفاظ کی کمی وزیادتی کیسے ہوئی؟ قوموں کا عروج وزوال؟ فاتح اور مفتوح قوموں کے حالات ووجوہات کا جائزہ اور اتحاد و قرابت کے علل واسباب سب اس لسانیات کے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ جب ہم کسی قوم یا قبیلے کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی زبان بھی تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے، مثلاً اگر ہم آریا قوم کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات ثابت ہے کہ ہمیں آریا قوم کی زبان اور اس کے خدوخال کا بھی مطالعہ کرنا پڑے گا۔اس لیے لسانیات اور تاریخ ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

کسی بھی زبان کا سب سے بڑا مخزن اس زبان کا ادب ہوتا ہے۔ادب جتنا زیادہ وسعت کا حامل ہو گا وہ زبان اتنی ہی عام فہم اور ترقی یافتہ ہو گی۔ ادب کا بنیادی مقصد خیالات وجذبات کا اظہار ہے۔ اور خیالات وجذبات کا اظہار زبان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لسانیات اس ادب سے اپنا تمام تر مواد حاصل کرتی ہے۔ ادب کے محاسن ومعائب کو پرکھتی ہے۔ ادبی تاریخ کا غائر مطالعہ کرتی ہے۔ لسانیات کا ادب سے صِرف قواعد یا زبان دانی کی حد تک تعلق نہیں بلکہ یہ زبان کی بناوٹ، ساخت، مختلف لسانی رشتوں اور زبان کی تاریخ وارتقاء کو بھی اپنی وسعت میں سمیٹ لیتی ہے۔اسی لسانی رشتے سے زبان کے دوسری زبانوں سے اختلاف اور اتحاد کا پتہ چلتا ہے۔ پھر اس مطالعہ سے زبان کے معدوم الفاظ کا کھوج لگایا جا سکتا ہے اور نئے شامل ہونے والے الفاظ کا بھی تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔اسی طرح زبان سماجی ارتقاء کا سبب بنتی ہے۔ لسانی تغیرات کسی بھی سماج کے تابع ہوتے ہیں جیسے جیسے تحقیقی میدان میں وسعت آتی جاتی ہے ویسے ویسے سماج بھی اپنی زندگی کو بدلتا اور ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس سماجی زندگی کے بدلنے کا بالواسطہ اثر زبان قبول کرتی جاتی ہے، کیوں کہ زبان انسان کی تخلیق

کردہ ہوتی ہے اور وہ ہی اس میں مختلف تبدیلیاں کرتا چلا جاتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ یہ لسانی تبدیلیاں شعوری ہوں یا غیر شعوری، زبان کی تبدیلی کے کوئی قطعی اصول نہیں ہیں جن کے تابع رہ کر زبان بدلتی یا دوسری زبان کے الفاظ کو سمیٹتی ہے۔زبانوں کے ارتقائی مطالعہ کے حوالے سے ڈاکٹر محمود الحسن رضوی یوں رقم طراز ہیں:

"زبانوں کے مطالعہ کے کئی طریقے پیش کیے گئے ہیں۔ لیکن دو طریقے زیادہ رائج ہیں۔ پہلا تاریخی یا تقابلی اور دوسرا توضیحی یا تجزیاتی کہلاتا ہے۔ اول الذکر کا تعلق زبان میں ہونے والے تغیرات اور عام ارتقاء سے ہوتا ہے اور توضیحی مطالعہ کے ذریعے آوازوں کی بناوٹ، ان کے اختلاف، الفاظ کی ساخت، صورتی ہیئتیں اور صوتی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ لسانیات کا مکمل مطالعہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان دونوں طریقوں کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔"23؎

لسانیات ہر اُس شعبے میں داخل ہوتی ہے جس سے زبان کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو۔ دورِ جدید میں مختلف زبانوں پر دسترس رکھنے والے کے لیے لا تعداد شعبہ ہائے زندگی موجود ہیں جن میں خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔ اگر ان شعبوں کو دیکھا جائے تو ان میں سیاحت، صنعتیں، تعلیمی نظم ونسق، بندر گاہوں کے تنظیمی ادارے، تجارت، درآمدات وبرآمدات، بیرونی ممالک کی کمپنیاں، اشتہارات، مسلح افواج، تار و ٹیلی فون، صحافت، کاروباری وسفری ایجنسیاں، انجینئرنگ، طب، ترسیلِ عامہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان شعبوں میں ماہر لسانیات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر یورپی ممالک کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ وہاں زندگی کے ہر شعبے میں ایک ماہر لسانیات خدمات سرانجام دے رہا ہے اور اس کی خدمات سے وہ ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ لسانیات کی ابجد کا ہی کسی کو علم نہیں تو یہاں اس چیز کا فہم وادراک نہیں ہے۔ اس ضمن میں ڈیوڈ کرسٹل لکھتے ہیں کہ:

"لسانیاتی خودشناسی ایک ایسا نصب العین ہے جس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"24؎

لسانیات کے بہت سے شعبے ابھی بھی تحقیق طلب ہیں۔ جن پر خاص طور پر کام نہیں کیا گیا۔ یہ شعبے لسانیات کا لازمی جزو سمجھے جاتے ہیں۔ ماہرین لسانیات نے ہمارے لیے تحقیق کے میدان چھوڑ دیئے ہیں۔ اب ان کی تہہ تک پہنچنا لسانیات کے طالب علم کے لیے ضروری ہے۔ یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ لسانیات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ نئی نئی جہتیں سامنے آ رہی ہیں۔ نئی نئی ایجادات کے ساتھ ساتھ لسانیات کی اہمیت و فوائد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے ضمنی موضوعات پر تحقیق کرنا ہماری ترقی کی ضمانت ہے۔ ماہرین لسانیات نے لسانیات کے درج ذیل ضمنی موضوعات کی نشان دہی کی ہے:

۱۔ فلسفیاتی لسانیات　　۲۔ ریاضیاتی لسانیات

۳۔ شماریاتی لسانیات　　۴۔ نفسیاتی لسانیات　　۵۔ عمرانی لسانیات

الغرض لسانیات ایک ایسا مضمون ہے جس کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔ یہ زبان ومعاشرے کی ترقی واقبال کا ضامن ہے۔ اس علم سے قومیں عروج کی بلندیوں یا پستی کے گڑھوں تک جا سکتی ہیں۔ لہٰذا ترقی یافتہ قوم کے لیے لسانیات ایسے ہی اہم ہے جیسے دوسرے ترقیاتی شعبے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر کام کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں اور تحقیقی مواد بھی میسر ہو۔

پاکستان میں لسانیات

پاکستان میں لسانیات اور اس شعبہ کی تحقیق کے حوالے سے 1988ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں ڈاکٹر عبدالرحمن لکھتے ہیں:

Pakistan is perhaps the most backward country of south Asia in the field of Linguistics.25

ترجمہ: لسانیات کے میدان میں شاید پاکستان جنوبی ایشیاء میں سب سے پسماندہ ملک ہے۔

بلاشبہ اس پسماندگی کی وجہ پاکستان میں لسانیات کی باقاعدہ تدریس کا کوئی باقاعدہ نظام موجود نہیں ہے۔ اور اس حقیقت سے چشم پوشی خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کے برعکس انگریزی زبان میں لسانیات کے شعبہ جات پاکستان کی اکثر جامعات میں موجود ہیں۔

پاکستان میں جامعات کے ساتھ ساتھ مختلف ادارے جو فروغِ اردو کے لیے کام کر رہے ہیں، وہاں پر بھی اس موضوع پر کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا گیا۔

اردو لسانیات پر ہونے والا کام ناکافی ہے۔ دوسری زبانوں کے مقابلے میں اردو لسانیات کو تاہ دامنی کا شکار ہے۔ اس مضمون کی جس قدر اہمیت تھی اتنا ہی لاپرواہی کا شکار ہو چکا ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

"اردو میں لسانیات کی قابلِ ذکر کتابیں ہاتھوں کی اُنگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں اور اس موضوع پر جس معیار کی ہیں ہندی میں اس موضوع اور اس معیار کی کتابیں اُردو کی کتابوں سے کم از کم تیس سال پہلے وجود میں آچکی تھیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہندی کو تو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔" 26ؔ

ڈاکٹر گیان چند کی اس بات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری زبان کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جارہا ہے۔ اگر دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اُردو کو بھی سرکاری سرپرستی حاصل ہو جائے تو بلاشبہ یہ زبان دن دُگنی رات چوگنی ترقی کر سکتی ہے۔ حکومتی سرپرستی تو اپنی جگہ ہم ابھی تک یہ واضح نہیں کر سکے کہ واقعی ہماری قومی زبان اُردو ہے یا انگریزی۔ ہماری عام بول چال اردو میں ہے۔ دفتری زبان انگریزی ہے تو یہ ہمارے لیے ایک المیہ ہے کہ ہم ستر سال گزرنے کے بعد بھی انگریزی سے جان نہیں چھڑا سکے۔ حالانکہ ہماری قومی زبان میں اتنی وسعت موجود ہے کہ ہماری دفتری زبان کی حیثیت سے بھی کمی پوری کر سکتی ہے۔

پاکستان میں لسانیات کا کام شاید آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہو گا۔ آج بھی ہمیں اردو لسانیات پر تحقیق کرنے اور اس موضوع پر سیر حاصل مواد اکٹھا کرنے کے لیے بھارت کے مختلف زبان کے فروغی اداروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ہمارے کالجز اور جامعات میں اردو زبان کی کتب سے

لائبریریاں بھری پڑی ہیں لیکن ممکن نہیں کہ شاید ایک ہزار کتب کی چھانٹی کرنے کے بعد ایک کتاب لسانیات کے موضوع پر مل جائے۔اس موضوع کو مشکل اور خشک مضمون سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

جامعات میں تحقیق کرنے والے طلباء اس مضمون کی طرف رخ کرنا گوارا ہی نہیں کرتے۔ سابقہ چند سالوں میں ایم۔اے کے نصاب میں چند جامعات نے اس مضمون کو شامل کیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس سطح کے طالب علم کو لسانیات صرف اتنی پڑھائی جاتی ہے کہ وہ بس پاس ہو کر سند حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔ایم۔فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر لسانیات پر ہونے والا تحقیقی کام بالکل ناکافی ہے۔ اس موضوع پر لکھے گئے تحقیقی مقالہ جات کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اس کی وجوہات یہ ہیں کہ اول تو ہمارے ہاں کوئی ماہر لسانیات ہی نہیں جو باقاعدہ اس مضمون میں تربیت یافتہ ہو اور طلباء میں لسانیات کے مضمون میں دل چسپی پیدا کر سکے۔ دوسرا اس موضوع پر ملنے والا تحقیقی مواد بھی ناکافی ہے۔ اس موضوع پر چھپنے والی کتابوں کی تعداد بھی ناکافی ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر زیادہ تر کام بیسویں صدی کے آخر میں ہوا ہے لیکن اس سلسلے میں پاکستان میں اس موضوع پر چھپنے والی چند ہی کتابیں ہیں۔ لسانیات کے علماء جو بھارت میں موجود ہیں انہوں نے اس سلسلے میں کافی کام کیا ہے لیکن چوں کہ اردو ان کی قومی زبان نہیں ہے اس لیے اس پر ہونے والے کام کو صِرف اتمامِ حجت کے لیے ہی کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں مختلف جامعات میں شعبہ اردو تو موجود ہے لیکن لسانیات کا علاحدہ شعبہ نہیں بنایا گیا۔ چند جامعات میں لسانیات کے قائم ہونے والے شعبوں کو اس وجہ سے بند کر دیا گیا کہ اس طرف کسی نے توجہ ہی نہیں دی۔ اگر پاکستانی جامعات کی اس سلسلے میں بات کی جائے تو لسانیات کے موضوع کی حالت کچھ یوں ہے:

ا۔ قائد اعظم یونی ورسٹی میں ۲۰۰۹ء میں لسانیات کا شعبہ قائم کیا گیا جو حال ہی میں بند کر دیا گیا ہے۔

۲۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی میں لسانیات کا کوئی علیحدہ شعبہ موجود نہیں، البتہ ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ڈی کی سطح پر عمومی لسانیات کے موضوع سے کچھ پڑھایا جاتا ہے۔

۳۔ وفاقی اردو یونی ورسٹی کراچی میں یہ شعبہ بند ہو چکا ہے۔

۴۔ پنجاب یونی ورسٹی اور جی سی یونی ورسٹی میں اس موضوع پر علیحدہ شعبہ تو نہیں البتہ ان جامعات میں لسانیات کے موضوع پر تحقیقی کام کروایا جا رہا ہے۔

۵۔ پاکستان کی کسی جامعہ میں اس وقت لسانیات کا شعبہ نہیں ہے۔ جن جامعات میں یہ شعبہ قائم کیا گیا اسے بھی اردو والوں کی بے اعتنائی اور عدم دلچسپی کے سبب بند کر دیا گیا ہے۔

اس تمام تر پسماندگی اور عدم دل چسپی کی وجہ لسانیات کی تدریس کا باقاعدہ اور منظم نظام کا نہ ہونا ہے۔ دوسری سب سے بڑی وجہ اس مضمون سے خطرناک حد تک چشم پوشی ہے۔ اس موضوع پر جو کتابیں شروع میں لکھی گئیں تو متاخرین نے صِرف اُن کی ہی تقلید کی ہے۔ اس سلسلے میں اسی لکیر کو پیٹا جا رہا ہے۔ نیا تحقیقی کام نہیں کیا گیا۔ وہی اصول و قواعد پہلے کتابوں میں شائع کیے گئے انہی کو توڑ مروڑ کر چھاپ دیا جاتا ہے۔ باقاعدہ لسانیاتی عمل گاہیں اور کتب خانے دست یاب نہیں جہاں سے تشنگان لسانیات اپنی پیاس بجھا سکیں۔ لسانیات کے موضوع پر کیے گئے تحقیقی کام کے حوالے سے اپنے ایک مضمون میں ڈاکٹر شیر از دستی نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق لسانیات پر کیا جانے والا تحقیقی کام کچھ اس طرح ہے:

میدانِ تحقیق	مقالات کی تعداد	تناسب
سماجی لسانیات	۴۲	۳۳٪
تاریخی لسانیات	۴۲	۱۳٪
علمِ لغت	۳۰	۱۶٪
تقابلی لسانیات	۱۵	۸٪
املا	۱۱	۶٪

عمومی لسانیات	۱۱	۶٪
لسانی تنقید	۱۰	۵٪
صوتیات	۹	۵٪
قواعد	۸	۴٪
اطلاقی لسانیات	۵	۲٪
کوریس / کمپیوٹیشنل / لسانیات	۵	۲٪
مارفیمیات، معنیات، نحویات	۱۰	۷٪
کل	۱۸۰	27ے

اس تحقیقی رپورٹ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لسانیات پر لکھے گئے تحقیقی مقالات کی تعداد کیا ہے؟ ہزاروں طلباء ہمارے شعبہ اردو میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ڈی کی سطح پر تحقیقی کام میں مشغول ہیں لیکن لسانیات کا شعبہ آج بھی کسی تحقیقی طالب علم کا منتظر ہے۔ ذیل میں کچھ کتب کی فہرست دی گئی ہے جو کہ اکیسویں صدی میں لسانیات کے موضوع پر لکھی گئیں۔ ان کتب کی تعداد اور اس جدید ترقی یافتہ دور سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں آج بھی کس سُست روی سے لسانیات میں تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس علم میں مزید اضافہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی تحقیقی راہوں کو ہموار کیا گیا بلکہ انھی روایتی باتوں کو گھما پھیر کر بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۔ لسانی رشتے — مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور — ڈاکٹر گیان چند — ۲۰۰۳ء

۲۔ جامعۃ القواعد حصہ صرف — اردو سائنس بورڈ، لاہور — ڈاکٹر ابواللیث صدیقی — ۲۰۰۴ء

۳۔ لسانی جائزے — مغربی پاکستان اکیڈمی، لاہور — ڈاکٹر ابواللیث صدیقی — ۲۰۰۵ء

۴۔ اردو کے لسانی مسائل — عزت اکیڈمی، گجرات — سید روح الامین — ۲۰۰۷ء

۵۔ قواعدِ زبان اُردو — لاہور — خلیل الرحمٰن داؤدی — ۲۰۰۸ء

۶۔ لسانیات اور تنقید — پورب اکادمی، اسلام آباد — ڈاکٹر ناصر عباس — ۲۰۰۹ء

۷۔اردو اور فارسی کے روابط	انجمن ترقی اردو پاکستان	ڈاکٹر عطاء اللہ خان	۲۰۰۹ء
۸۔لسانیات زبان اور رسم الخط	مثال پبلشرز، فیصل آباد	ڈاکٹر محمد اشرف کمال	۲۰۰۹ء
۹۔لسانیات ایک تعارف	ترجمہ:اصغر بشیر	اصغر بشیر	۲۰۱۰ء
۱۰۔اردو اور لسانی مسائل	شاخ رُخ اسلام آباد	اصغر بشیر	۲۰۱۲ء
۱۱۔لسانی مطالعے	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد	پروفیسر غازی علم الدین	۲۰۱۲ء
۱۲۔لغاتِ لسانی	بیکن بکس، لاہور	خالد محمود خان	۲۰۱۵ء
۱۳۔زبان اور لسانیات کے مباحث	سٹی بک سنٹر، کراچی	محمد ابو بکر فاروقی	۲۰۱۶ء
۱۴۔لسانی اور ادبی تحقیق و تدوین	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد	پروفیسر ڈاکٹر عطش درانی	۲۰۱۶ء
۱۵۔اُردو آموز	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد	پروفیسر ڈاکٹر فاروق چودھری	۲۰۱۷ء
۱۶۔اُردو میں لسانی تحقیق	مغربی پاکستان اردو اکیڈمی	ڈاکٹر فائزہ بٹ	۲۰۱۷ء
۱۷۔قدیم اردو (دکنی) اور پنجابی کے روابط	اردو اکیڈمی پاکستان	ڈاکٹر ریاض قدیر	۲۰۱۷ء
۱۸۔اردو رسم الخط۔ارتقا اور جائزہ	وقار پبلی کیشنز، لاہور	نذیر احمد ملک	۲۰۱۸ء
۱۹۔لسانی مطالعے	فکشن ہاؤس، لاہور	ڈاکٹر گیان چند جین	۲۰۱۸ء
۲۰۔اُردو املا اور رسم الخط	گنج شکر پریس، لاہور	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۲۰۱۸ء
۲۱۔زبان اور اُردو زبان کیا ہے	کراچی کتاب گھر	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۲۰۱۸ء
۲۲۔زبان کیا ہے؟	کراچی کتاب گھر	ڈاکٹر خلیل صدیقی	۲۰۱۸ء
۲۳۔زبان اور علمِ زبان	انجمن ترقی اُردو، حیدر آباد	عبد القادر سروری	۲۰۱۸ء
۲۴۔اُردو کی لسانی ترقی مسائل و امکانات	شاخ زریں، اسلام آباد	عطش دُرانی	۲۰۱۸ء
۲۵۔اُردو زبان اور لسانیات	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور	عطش دُرانی	۲۰۱۸ء
۲۶۔اُردو میں لسانی تحقیق	بُک ٹاک، لاہور	پروفیسر عبد الستار دلوی	۲۰۱۸ء
۲۷۔دو زبانیں، دو ادب	بُک ٹاک، لاہور	پروفیسر عبد الستار دلوی	۲۰۱۹ء

۲۸۔ نئی اُردو قواعد　　بُک کارنر، جہلم　　عصمت جاوید　　۲۰۱۹ء

اردو میں لسانیاتی تحقیق کے شعبے میں عدم دل چسپی کی وجوہات

اردو لسانیاتی تحقیق میں عدم دل چسپی کی کیا وجوہات ہو سکتی ہیں اور اس موضوع پر تحقیقی کام کیوں نامکمل ہے اس کو ہم درج ذیل پہلوؤں کے تحت دیکھ سکتے ہیں:

۱۔ چوں کہ یہ ایک سائنسی علم ہے اس لیے اس کام کے لیے باقاعدہ عمل گاہوں کی ضرورت ہے جیسا کہ مصر اور یورپی ممالک میں اس موضوع پر تحقیق کے لیے عمل گاہیں بنائی گئی ہیں۔

۲۔ اردو لسانیات میں تربیت یافتہ اساتذہ کا فقدان ہے۔ جو دلائل و براہین اور صحیح رہنمائی سے اس مضمون کو پڑھا سکیں اور طلباء میں دل چسپی پیدا کر سکیں، تاکہ جو خوف و ہیجان کی کیفیت طاری ہے وہ دور ہو سکے۔

۳۔ اکثر لوگ اسے خشک اور مشکل مضمون قرار دے کر چھوڑ دیتے ہیں جس کے سبب اس میں عدم دل چسپی برقرار رہتی ہے۔

۴۔ پاکستان میں قائم فروغِ زبان کے اداروں میں تربیت یافتہ ماہرین لسانیات کا فقدان ہے جس کی وجہ سے یہ مضمون عدم توجہی کا شکار ہو چکا ہے۔

۵۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابیں ناکافی ہیں۔ اس لیے اس مضمون کو بطورِ اختیاری مضمون پڑھنے والے طلباء چھوڑ کر دوسرے مضامین کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

۶۔ ہماری جامعات میں ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح پر تحقیقی کام کرنے والے طلباء کا مقصد صِرف ڈگری حاصل کرتا ہوتا ہے۔ جس کے سبب وہ کوئی آسان سے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۷۔ حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے بھی یہ موضوع تحقیقی میدان میں پیچھے رہ گیا ہے۔

جس وجہ سے لسانیات سے اکثر اردو کے طالب علم ناآشنا ہیں۔ اس شعبہ کی ترقی واشاعت کے حوالے سے کچھ سفارشات پیش کی گئی ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے اس شعبے کو مزید ترقی دی جا سکے:

1۔چوں کہ لسانیات زبان کا سائنسی مطالعہ ہے اس لیے اس کے پڑھانے والے اساتذہ کے لیے باقاعدہ تربیت کا اہتمام ہونا ضروری ہے۔

2۔شعبہ لسانیات کی تدریس کے لیے اس شعبہ میں دل چسپی لینے والے اساتذہ یا طالب علموں کے لیے ایم اے لسانیات یا کم از کم پوسٹ گریجوایٹ ڈپلومہ (PGD) کروایا جائے۔

3۔ماہرین لسانیات کی مدد سے لسانیات کے مرکزی شعبوں کا نصاب مرتب کروایا جائے۔

4۔پاکستان بھر کی جامعات میں کلیہ زبان و ادب میں لسانیات کے شعبے قائم کروائے جائیں۔ جن سے اس شعبے کے تشنہ لوگوں کے لیے تحقیق کی راہیں ہموار ہو سکیں۔

5۔عصر حاضر میں کمپیوٹر ہر شعبے میں مرکزی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اس جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جامعات کو لسانیات کے ایسے شعبے قائم کرنے چاہیں جس میں زبان اور کمپیوٹر سائنس کا امتزاج ہو۔

6۔لسانیات کے اہم شعبے صوتیات کے دو ذیلی شعبے سمعی صوتیات اور سمعیاتی صوتیات کے لیے رسد گاہوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ تاکہ اس شعبے کے طلباء مزید بہتر تحقیق کر سکیں۔

7۔اردو لسانیات کا نصاب کم از کم میٹرک سطح سے جاری ہونا چاہیے۔ تاکہ طلباء کو زیادہ سے زیادہ سیکھنے کا موقع ملے۔

8۔اردو کے لسانیاتی مطالعے کو تحریک دینے کی صورت میں درج ذیل لسانیاتی تنظیمیں قائم کی جائیں:

1) اردو لسانیاتی کلب
2) اردو لسانیاتی سرکلز
3) اردو لسانیاتی فورمز
4) اردو لسانیاتی ایسوسی ایشنز
5) فروغِ لسانیات

ان پہلوؤں کی تصدیق ہم محی الدین زور قادری کے اس بیان سے کر سکتے ہیں:

"اربابِ اردو کی ایک سخت غلط فہمی نے بھی اس ضروری موضوع کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ وہ یہ سمجھتے رہے اور بعض شاید اب بھی سمجھتے ہوں کہ زبان کے متعلق تحقیقات کرنا اس کے قواعد و ضوابط مکمل کرنا اور اس پر غور و خوض کرنا اہلِ زبان کا کام نہیں۔"28ے

الغرض ضرورت اس امر کی ہے کہ لسانیات پر تحقیقی کام میں سرعت لائی جائے۔ اس سلسلے میں عمل گاہوں کا قیام از حد ضروری ہے۔ حکومتی سرپرستی بھی اس کام میں بہتری کا سبب بن سکتی ہے۔ پاکستان بھر کی جامعات میں ماہرین لسانیات اور لسانیات کے علاحدہ شعبہ جات کی اشد ضرورت ہے جو تربیت یافتہ ہوں۔

لسانیات کی شاخیں

آغاز میں لسانیات کی صِرف چند شاخیں ہی تھیں لیکن جوں جوں اس کے دائرہ کار میں اضافہ ہوا اور اس کی وسعتوں میں گیرائی آئی ویسے ویسے اس کی شاخوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ عصر حاضر میں مختلف ماہرین لسانیات نے اس کی جن شاخوں کا تذکرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تاریخی لسانیات: کسی زبان کا عہد بہ عہد ارتقائی مطالعہ تاریخی لسانیات کہلاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر زبان میں کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ کچھ الفاظ متروک تو کچھ نئے داخل ہوتے ہیں۔ اس طرح زبان ہر سطح پر بدلتی رہتی ہے۔ نہ صرف تلفظ بدلتا ہے بل کہ اس کی معنوی سطحوں میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات زبانیں متروک بھی ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا نام تک مٹ جاتا ہے۔ جیسے عبرانی زبان۔ یہ زبان اب صرف کتابوں کی حد تک ہی رہ گئی ہے۔ اس کے بولنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں۔

۲۔ تجزیاتی لسانیات: کسی زبان کا تاریخی حوالے سے کسی مخصوص عہد میں مطالعہ، تجزیاتی لسانیات کہلاتا ہے۔ یہ شاخ زبان کے ڈھانچے کو منکشف کرتی ہے۔ تجزیاتی لسانیات کا دوسرا نام توضیحی

لسانیات بھی ہے۔یہ لسانیات میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس شاخ کو مزید درج ذیل ذیلی شاخوں میں بھی تقسیم کیا گیاہے:

الف: صوتیات (Phonetics) اس میں زبان کی مجموعی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تمام زبانوں کی آوازیں صوتیات میں زیر بحث لائی جاتی ہیں۔

ب:فونیمیات((Phonemicsکسی مخصوص زبان کی آوازوں کا مطالعہ فونیمیات کہلاتا ہے۔

ج: مارفیمیات یا صرفیات(Morphology) اس میں لفظ کی ساخت اور بناوٹ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ لفظ کی وہ چھوٹی سے چھوٹی اکائی جو "معنی" سے متعلق ہو "مارفیم" کہلاتی ہے۔

زبان کے قواعد کی سطح پر تجزیئے کی سب سے چھوٹی معنوی اکائی مارفیم ہے۔ جیسے درخت اور چٹان، یہ دو مختلف معنوی اکائیاں ہیں۔ جن کے معنیاتی سطح پر واضح اور متعین معانی ہیں۔ اگر ان مارفیموں کی جمع بنائیں تو "درخت سے درختوں "اور "چٹان سے چٹانوں" بن جائیں گی۔ درختوں اور چٹانوں دو الگ الگ الفاظ ہیں اور اپنے اندر ایک سے زیادہ درختوں اور چٹانوں کا مفہوم رکھتے ہیں۔ اس طرح صاف ظاہر ہے کہ۔ "و۔ں"۔اور "ا۔ن "۔کے اضافے سے درخت اور چٹان کے معنی میں اضافہ ہو گیاہے۔اور ان کی معنیاتی سطح پر ایک الگ اکائی بن گئی ہے۔ جس کی صرفی و نحوی سطح پر کوئی بھی آزادانہ حیثیت نہیں لیکن یہ ایک با معنی لسانیاتی اکائی ہے ۔اس بناء پر (درختوں)اور (چٹانیں) دو الفاظ ہیں جو دو دو مارفیموں پر مشتمل ہیں جن میں ایک آزاد اور دوسرا پابند مارفیم ہے۔ وہ با معنی لسانی اکائی ہے جو آزادانہ طور پر استعمال ہو، آزاد مارفیم کہلاتی ہے۔

ایک لفظ ایک مارفیم ہو سکتا ہے اور ایک سے زیادہ مارفیموں پر مشتمل بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً اردو میں (درخت) ایک لفظ ہے اور یہ صرف ایک مارفیم ہے۔(سرخروئی) بھی ایک لفظ ہے لیکن تین مارفیموں "سرخ۔رو۔ی "پر مشتمل ہیں (سرخ) ایک آزاد مارفیم ہے جب کہ (رو) اور (ی) پابند مارفیم ہیں۔اس طرح کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو آزاد اور پابند مارفیم کو واضح کرتی ہیں۔ د: نحویات(Syntax)اس میں جملے کی بناوٹ اور ساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔یہ لسانیات کی ایک اہم

شاخ ہے۔الفاظ کے ملنے سے ایک جملہ تشکیل پاتا ہے۔نحویات، کسی بھی زبان میں جملوں کی مخصوص اور بامعنی ترتیب کو کہا جاتا ہے۔زبان میں جملوں کی بناوٹ، ساخت اور لفظوں کی ترتیب کے قاعدوں کا مطالعہ نحویات کہلاتا ہے۔مثلاً (اکرم نے خط لکھا)۔ یہ اردو نحو کے حوالے سے الفاظ کی درست ترتیب ہے۔اگر اس کی جگہ یوں کہا جائے کہ (لکھا خط سبق اکرم نے) تو اس کے معنی کی ترسیل میں مشکل کا سبب بنے گی۔اس لیے جملے کی صحیح ترتیب بہت ضروری ہے۔اس کے علاوہ بامعنی و بے معنی جملوں کا فرق وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔کسی بھی جملے میں الفاظ کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے۔جو مجوزہ نحوی اصولوں کی پابند ہوتی ہے۔

صرف و نحو کو زبان کی قواعد کہا جاتا ہے۔اور انہی اصولوں پر زبان بنتی اور ترقی کرتی ہے۔

ہ: معنیات (Semantics) اس شاخ میں لفظوں کے معانی و مفہوم سے بحث کی جاتی ہے۔معنیات کا دوسرا نام لغتیات ہے۔معنویات کا لفظ معنی سے مشتق ہے۔جس سے مراد کسی لفظ کا مفہوم جاننا ہے۔لسانیات کے شعبے میں معنویات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔لغوی معنی ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔مختلف زبانوں میں الفاظ کا کثرت سے ملاپ یا ان میں مماثلت و مشابہت ان میں باہمی لسانی رشتوں کو ظاہر کرتا ہے۔لیکن الفاظ کا یہی ملاپ کسی دورِ قدیم میں ان زبانوں کی حامل اقوام کے اسلاف کے درمیان گہرے ثقافتی روابط یا وسیع تجارتی تعلقات کا منتج بھی ہو سکتا ہے۔فارسی، عربی اور اردو میں برصغیر کی دوسری زبانوں میں انگریزی عناصر کی موجودگی واضع ہے۔یہی وجہ ہے کہ اردو زبان پر بھی برصغیر کی دوسری زبانوں کا بل واسطہ یا بلاواسطہ اثر ہوا ہے۔معنیات میں نہ صرف الفاظ کے مفہوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے بل کہ متروک یا دخیل الفاظ بھی زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔

۳۔ تقابلی لسانیات: لسانیات کی اس شاخ میں ایک ہی خاندان کی دو یا زیادہ زبانوں کے قواعد، کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ نوعیات لسانیات: لسانیات کی اس شاخ میں دو مختلف خاندانوں کی زبانوں کی ساخت، مماثلات اور تراکیب کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس شعبے میں صرف و نحو کے ساتھ ساتھ اس زبان کی

مشترک یا متضاد خصوصیات کو بھی زیرِ مطالعہ لایا جاتا ہے۔دونوں زبانوں کی تاریخ اور اس کے لوازمات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۵۔ عصری لسانیات: کسی زبان کا کسی مخصوص زمانے میں مطالعہ کرنا، اس میں موجود صوت و لفظ کی جان کاری اور ہیت کا عمیق جائزہ عصری لسانیات کہلاتا ہے۔لسانیات کے اس شعبے میں زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔اسے عصریاتی لسانیات بھی کہا جاتا ہے۔

٦۔ سماجی لسانیات:

لسانیات کی اس شاخ میں زبان اور سماج کے باہمی رشتے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔لسانیات کے اس شعبہ میں جن موضوعات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔"زبان کی تنوعات، زبان اور جنس، لسانیاتی شائستگی، شناخت، لسانی منصوبہ بندی"۔

۷۔ بشریاتی لسانیات:

زبان کے ذریعے کسی بھی ثقافت کا مطالعہ بشریاتی لسانیات کہلاتا ہے۔لسانیات کے اس شعبہ میں زبانوں کے درمیان مشترک اور غیر مشترک خصوصیات کو ظاہر کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ سماجی عوامل کی لسانیاتی تبدیلیوں کو بھی زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔

۸۔ تدریسی لسانیات:

تدریسی لسانیات میں کسی بھی زبان کے تعلیم میں استعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔یہ بہت وسیع موضوع ہے۔کسی بھی زبان کو سیکھنا یا سکھانا ایک پیچیدہ عمل ہے۔لیکن اس عمل کے تمام تر مراحل لسانیات کے اس شعبہ میں زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔

۹۔ اطلاقی لسانیات: اس شاخ کا تعلق عملی لسانیات سے ہے۔دوسری زبانوں کا سیکھنا، ترجمے کے لیے مشین بنانا، کسی زبان کا علاقائی و جغرافیائی جائزہ لینا، زبان کے مخصوص کوڈ تیار کرنا، ٹائپ رائٹر میں حروف کو ترتیب دینا وغیرہ کو زیرِ مطالعہ لایا جاتا ہے۔

۱۰۔عام لسانیات:

اس کا تعلق لسانیات کے نظریاتی پہلوؤں سے ہے۔اس میں زبان کے تجزیے، قواعد کے مروجہ اصول اور زبان کے مختلف شعبوں کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔

۱۱۔نفسیاتی لسانیات:

لسانیات کی اس شاخ میں زبان کے نفسیاتی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق زبان سیکھنے اور یاد رکھنے کے حوالے سے ہے۔

۱۲۔اعصابی لسانیات:

اس شاخ میں دماغ کے ان مراحل کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ جن سے وہ زبان کا حصول، ترسیل اور فہم کا عمل سرانجام دیتا ہے۔

۱۳۔لسانیاتی اسلوبیات:

لسانیات کی اس شاخ میں کسی ادب کے فن پارے کی زبان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۱۴۔یک زمانی لسانیات:

لسانیات کی اس شاخ میں کسی مخصوص زبان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس دور کی زبان کے خدوخال اور زمانی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱۵۔جدید تاریخی و تقابلی لسانیات:

لسانیات کی اس شاخ کی بنیاد بیسویں میں سر ولیم جونز نے رکھی۔اس شاخ میں انہوں نے سنسکرت اور دوسری کلاسیکی زبانوں میں لفظوں کے اشتراک اور مماثلتوں کو تلاش کیا۔ اور ان زبانوں کی گروہ بندی کی۔اس شاخ میں ایک ہی خاندان کی دو مختلف زبانوں کی مماثلتوں اور لفظی اشتراک کے ساتھ ساتھ ان زبانوں کی ہیت وساخت کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔

۱۶۔لسانی فردیات:

یہ جدید لسانیات کی شاخ ہے۔جسے انگریزی زبان میں آنٹو جینی کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے اجسامیات بھی کہا جاتا ہے۔لسانیات کی اس شاخ میں فرد کے جسمانی ارتقاء اور تمام تر لسانی عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ایک بچہ کس طرح شیر خوارگی کی عمر میں زبان کا اکتساب کرتا ہے۔ عمر کے آخری حصے تک زبان میں جو جو ارتقاء ہوتا ہے اس کا مکمل جائزہ لیا جاتا ہے۔ایک شیر خوار بچہ اشاراتی زبان سے تکلمی زبان تک کا سفر مختلف مراحل میں طے کرتا ہے۔اور اس کے بعد اصوات کی ادائیگی پر مہارت حاصل کرتا ہے۔ایک عام بچہ چار سال سے چھ سال کی عمر تک اپنی مادری زبان پر مہارت حاصل کر لیتا ہے۔اس عمر کے بعد بچے کا ذخیرہ الفاظ بڑھانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔تقریباً بارہ سے پندرہ سال کی عمر میں لاتعداد ذخیرہ الفاظ جمع کر لیتا ہے۔یہ تمام تر مراحل و مسائل لسانی فردیات میں زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔

لسانی عتقیات:

لسانیات کی اس شاخ میں قدیم تاریخ کا کھوج لگایا جاتا ہے۔اس شعبہ کا اصل موضوع تاریخ ہوتا ہے۔ جس میں لسانیات کو بطورِ آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔لسانیات کی اس شاخ میں آثارِ قدیمہ، ارضیات،بشریات،جغرافیہ اور تاریخ جیسے موضوعات زیرِ بحث لائے جاتے ہیں۔لسانیات کی اس شاخ میں قدیم زبانوں کے الفاظ کی گروہ بندی کی جاتی ہے۔ جس سے اس دور کی ثقافت، جغرافیے اور بشریاتی زندگی کا پتہ ملتا ہے۔اس طرح اس زبان کے اصلی وطن کا تعین ممکن ہو سکتا ہے۔اس زبان کے سماجی، مذہبی اور عقائد و رسوم کے جملہ الفاظ کی گروہ بندی کی جاتی ہے۔

اعدادی لسانیات:

لسانیات کی اس شاخ میں اعداد و شمار کے طریقوں کا لسانیات میں اطلاق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس شعبہ میں زبان کے مختلف عناصر کو شمار کیا جاتا ہے۔ جس میں مختلف اصوات، فونیم، مارفیم وغیرہ شامل

ہیں۔ اسی لسانیاتی شعبے کے تحت ہی ملک کے دفاعی ادارے خفیہ کوڈز کی تیاری کرتے ہیں۔ کمپوٹر کی زبان بھی عددی ہی ہوتی ہے۔ زبانوں کے تاریخ ارتقاء میں ایک عہد کی زبانوں اور بولیوں کے الفاظ سے اعداد نکال کر نتائج نکالے جاسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کسی زبان میں دوسری زبانوں کے دخیل الفاظ کی اوسط متعین کرنے اور ان کا جائزہ لینے کے لیے بھی اس شعبے کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔

لسانی زمانیات:

لسانیات کی اس شاخ کا دوسرا نام لغاتی اعدادیات ہے۔ اس شاخ میں ان تمام زبانوں اور الفاظ کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ متروک ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی زبان کے اُن مارفیم کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو معدوم ہو چکے ہوں۔ لسانیات کی یہ شاخ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا زیادہ تر تعلق تاریخ سے ہوتا ہے۔

ریاضیاتی لسانیات: لسانیات کی اس شاخ میں کسی زبان میں ریاضیاتی اطلاق اور اس کے قاعدوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ریاضی میں مختلف گروہوں کو سیٹوں کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پھر اُن تمام سیٹوں کے لیے قواعدی اصول ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ ان تمام مراحل کا مطالعہ لسانیات کی اس شاخ میں جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صوتیات کا اجمالی جائزہ

۱۔ صوتیات کی تعریف

۲۔ اہمیت وافادیت

۳۔ صوتیات کی اہم شاخیں

۴۔ اردو صوت پر عربی اور فارسی اصوات کے اثرات

۵۔ عضویاتِ صوت یا اعضائے تکلم کی درجہ بندی

صوتیات کا اجمالی جائزہ

زبان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ یہ اظہار کا ذریعہ ہے۔ صوتیات وہ علم ہے جو ہمیں زبان کی آوازوں اور ان کی جان کاری میں نہ صرف مدد فراہم کرتا ہے، بل کہ اس کے لیے اصول بھی مرتب کرتا ہے۔ صوتیات میں زبان کی آوازوں کے پیدا ہونے کے طریقے اور ان کی صحیح درجہ بندی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ صوتیات لسانیات کی اہم شاخ ہے۔ بعض علمائے لسانیات کے بقول صوتیات کے بغیر لسانیات ناکافی ہے۔ صوتیات کا کام زبان کی آوازوں کو دریافت کرنا، اس کو صحیح رسم الخط فراہم کرنا، جن زبانوں کے پاس رسم الخط نہیں ہے انہیں رسم الخط فراہم کرنا اور الفاظ کی درست ادائیگی میں معاونت ہے۔ ہر زبان میں عہد کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ الفاظ متروک ہوتے ہیں، کچھ کا املا بدل جاتا ہے اور کچھ قواعد واصول بھی بدلتے رہتے ہیں۔ صوتیات کسی بھی زبان کا منظم علامتی اور تصوراتی نظام ہوتا ہے۔ انسانی ذہن بے شمار آوازیں پیدا کرنے کی خُداداد صلاحیت رکھتا ہے۔ انسانی منہ سے اَن گنت آوازیں نکلتی ہیں لیکن صوتیات میں صرف بامعنی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ زمان ومکان کے حالات کے مطابق زبان میں پایا جانے والا تغیر وتبدل اس کی صوتی ہیئت میں بھی تبدیلیاں لاتا ہے۔

صوتیات کی تعریف

بقول پروفیسر اقتدار حسین:

"زبان کی آوازوں کے سائنٹی فک یا منظم طور سے مطالعے کو صوتیات کہتے ہیں۔"۲۹

جیسا کہ لسانیات کے باب میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک سائنس ہے، اسی طرح صوتیات بھی ایک سائنس ہے۔ ڈاکٹر اقتدار حسین نے اسے زبان کے سائنٹی فک مطالعے سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماہر صوتیات ایسا سائنس دان ہوتا ہے جو زبان کی تمام آوازوں کو سمجھنے، ان میں فرق

کرنے اور ان کا تجربہ کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ڈاکٹر اقتدار حسین صوتیات کے متعلق ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:

"صوتیات، زبان کی آوازوں اور ان کے مخارج کا مطالعہ کرتی ہے۔ان میں اعضائے تکلم اور ان کا مطالعہ شامل ہے۔ لسانیات کے مطالعے میں صوتیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ صوتیات کی مدد سے ہی ممکن ہے کہ ہم کسی زبان کے الفاظ کے تلفظ کو صحیح طرح سمجھ سکیں۔ لسانیات کی مختلف سطحیں مثلاً فونیمیات، صرف ونحو کے مطالعہ کے لیے بھی صوتیات بہت اہم ہے۔ بات چیت کے دوران الفاظ کی صوتی شکل میں تبدیلی عام ہے۔ جس کا مطالعہ ہم مار فونیمیات میں کرتے ہیں۔ اس مطالعے میں بھی صوتیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔"[۳۰]

درج بالا گفتگو سے ہم صوتیات کی زبان کے مختلف شعبوں میں اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صوتیات کسی زبان کی ترقی اور بڑھوتری میں کتنی اہمیت کی حامل ہو سکتی ہے۔

ڈیوڈ کرسٹل اپنی تصنیف "لسانیات کیا ہے" میں صوتیات کی یوں تعریف بیان کرتے ہیں:

"صوتیات، لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں الفاظ کی بنیادی متکلم آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔"[۳۱]

بولتے وقت انسان اپنے منہ سے بے شمار آوازیں نکالتا ہے۔ جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن ان تمام آوازوں کا صوتیات میں مطالعہ نہیں کیا جاتا بل کہ صرف وہ آوازیں جو کلام کے قابل یا بولی جا سکتی ہیں۔ کیوں کہ یہ بات تو طے ہے کہ صوتیات کا تعلق محض تکلمی آوازوں سے ہے نا کہ تحریری۔ خلیل صدیقی کے بقول:

"صوتیات، تکلمی آوازوں یا اصوات کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔ اس کے مستنبط اور منضبط اصولوں کا اطلاق تمام زبانوں پر کیا جاتا ہے۔"[۳۲]

منہ سے ادا ہونے والی تمام آوازیں ایک منظم نظام کے تحت خارج ہوتی ہیں۔ یہ آوازیں علم صوت کے ذریعے پہچانی اور پرکھی جاتی ہیں۔ اور صوتیات ایک ایسا علم ہے جو تمام تکلمی زبانوں کو احاطہ علم میں لاتا ہے۔ ڈاکٹر محبوب عالم کے بقول:

"علم لسانیات میں صرف آوازوں پر مبنی اظہارِ خیال یعنی لسانی علامتوں یا بولی ہی کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ جس کے لیے ہم مجازِ مرسل کے طور پر زبان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔"۳۴

درج بالا صوتیات کی تعریفوں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کسی بھی زبان کو سمجھنے اور اس کی آوازوں کو جاننے اور بولنے کے لیے صوتیات بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

صوتیات کی اہمیت وافادیت

یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ کسی بھی نئی زبان کو سیکھنے سے قبل آوازوں کے مسئلے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کسی بھی زبان کو الفاظ کا تحصیل سمجھنا بے وقوفی ہے۔ کسی زبان کو جاننے کے لیے اس زبان کا فقط الفاظ سیکھ لینا کافی نہیں ہے۔

لغت تو الفاظ کا ایک قید خانہ ہے۔ لہٰذا کسی زبان کو سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مکمل لسانی ڈھانچے کو سمجھا جائے۔ اس سلسلے میں صوتیات کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے۔ نئی زبان کی آوازوں کے مخارج، اصول اور ادائیگی ایک تربیت یافتہ ماہر صوتیات ہی رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

جوفِ دہن سے پیدا ہونے والی آواز کی درجہ بندی درج ذیل عنوانات کے تحت کی جاسکتی ہے۔

۱۔ بندشی: ہوا کے راستے کو مکمل بند کر کے اس کے دباؤ کو منہ میں کسی بھی مقام پر روک کر جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں انھیں بندشی کہا جاتا ہے۔ بندشی آوازیں درج ذیل ہیں:

ب، پ، ت، ٹ، ڈ، ک، گ

مثالیں: ہل، بل، تل، دل، گال، ڈال وغیرہ

۲۔ صفیری: ہوا کے راستے میں کسی بھی مقام پر منہ میں رکاوٹ پیدا کر کے پتلے شگاف کا چھوٹا سا راستہ باقی رہنے دیا جاتا ہے تاکہ اس شگاف سے ہوا کے نکلنے میں نسبتاً زور لگانا پڑے۔ ان آوازوں کو صفیری کہا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

ش، ژ، خ، غ

مثالیں: فہم، وہم، خول، غول

۳۔ پہلوی: جوفِ دہن میں ہوا کے گزرنے کے درمیانی راستے میں اٹکاؤ پیدا کر دیا جائے لیکن زبان کے دونوں طرف راستہ کھلا رہے۔ اس طرح پیدا ہونے والی آوازوں کو پہلوی کہا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

ل

مثالیں: کال، گال وغیرہ

۴۔ تھپک دار: ہوا کے گزرنے سے منہ کا اندرونی لچک دار حصہ اگر مرتعش ہو اُٹھے تو وہ ارتعاشی آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ ارتعاش اگر مختصر اور ہوا کے گزرنے سے صرف ایک بار ہو تو آوازیں تھپک دار کہلاتی ہیں۔ یہ آوازیں درج ذیل ہیں:

ر، ڑ

مثالیں: آر، آڑ، یار، تاڑ وغیرہ

۵۔ مصوتے: آخری قسم کی آوزیں ہیں۔ ان کی ادائیگی کے وقت منہ کا راستہ نسبتاً کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن جوفِ دہن میں اعضائے تکلم کو حرکت دے کر یہ آوازیں پیدا کی جاتی ہیں۔ یہ آوازیں درج ذیل ہیں:

اَ، آ، ای، اے، او

مثالیں: آیا، آؤ وغیرہ

صوتیات کے علم کی جان کاری نہ صرف ایک بہترین فنکار پیدا کر سکتی ہے بلکہ اردو زبان کے اساتذہ کے لیے بھی بہترین معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ غیر ملکی افراد جو زبان سیکھنے کے خواہاں ہیں ان کے لیے صوتیات بہترین راہ نما کا کام سر انجام دے سکتی ہے۔ اسی سے غیر ملکیوں میں زبان سیکھنے کی دلچسپی پیدا ہو گی۔ زبان صرف آوازوں کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ منظم آوازوں کا بہترین صوتی نظام ہے۔

اردو زبان کی بنیادی آوازوں کے حوالے سے ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں کہ:

"اردو زبان میں دو قسم کی آوازیں ہیں۔ سُر، اسُر۔ سُر کو انگریزی میں Vowel کہتے ہیں۔ سنسکرت میں سُور، عربی میں حروفِ علت، جب کہ اسُر جسے انگریزی میں Consonant ، سنسکرت میں وینجن، عربی میں حروفِ صحیح کہتے ہیں۔ زبان میں اَسُر کو وہی اہمیت حاصل ہے جو جسم میں ہڈی کو۔ زبان کے اسر اس وقت تک ساکن رہتے ہیں جب تک انہیں متحرک نہیں کیا جاتا۔ زبان کے اسروں کو سُر اچھی طرح حرکت دیتے ہیں اور باہم جوڑتے ہیں جس طرح جسم کی ہڈیوں کو ٹو نچڑے باہم ملاتے اور ہلاتے ہیں۔"۳۴؎

اکثر لوگ صوتیات سے اجنبی نظر آتے ہیں لیکن اگر وہ اس کی اہمیت کو عمیق نگاہ سے دیکھیں تو بلاشبہ یہ زبان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے زبان کی پہچان ہوتی ہے۔ زبان کے وجود کو تقویت ملتی ہے۔ زبان مزید پھلتی پھولتی ہے۔ لہٰذا صوتیات ہی وہ بنیادی عنصر ہے جو زبان کو صحیح انداز میں متعارف کراتا ہے۔ کسی بھی زبان کا حُسن اس کے بہترین اندازِ بیان میں ہوتا ہے۔ صوت جتنا منظم ہو گا زبان اتنی ترقی یافتہ شکل اختیار کرتی جائے گی۔ دوسری زبانوں کے بہ نسبت اگر اردو زبان کی بات کی جائے تو یہ قابلِ افسوس ہے کہ اس کے صوت کی طرف بالکل دھیان نہیں دیا جاتا اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور مدرس قسم کے لوگ اس کے تلفظ اور الفاظ کی ادائیگی کی طرف مطلق دھیان نہیں دیتے یا شاید اس کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں اردو زبان کا مقصد صرف اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانا ہی مقصد ہے۔ لہٰذا یہ بات واضح کرنا از حد ضروری ہے کہ زبان کا حسن اس کے الفاظ کی صحیح ادائیگی، ساخت اور اتار چڑھاؤ کے ساتھ متصل ہے۔

آج ہمارے وہ نوجوان جو یورپ میں کام کے سلسلے میں جاتے ہیں وہ لوگ جہاں انگریزی زبان سیکھتے ہیں وہاں اس لب و لہجے میں بات کرنے کی بھی صحیح تربیت حاصل کرتے ہیں، کس لفظ کو کس طرح ادا کرنا ہے، کس کی ادائیگی کے وقت زبان کا اتار چڑھاؤ کیا ہونا ہے۔ الغرض اگر ایک دوسرے ملک کی زبان کو سیکھنے کے لیے اتنی تگ و دو ضروری ہے تو اپنی زبان کے لیے کیوں نہیں؟ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو صوت شناسی کی طرف دھیان دیا جائے اور اس کے مستند اصول

کم از کم سکول لیول کے طالب علم کی جان کاری کے لیے ہونے چاہئیں، تاکہ وہ ابتدائی عمر میں ہی ان اصولوں کو سیکھ کر اردو صحیح طرز سے بول سکے اور آگے بھی تعلیم دے سکے۔

آج تک ہمارے ملک میں مادری اور ثانوی یا ملکی زبان کی بحث منطقی انجام تک نہیں پہنچ سکی۔ آج بھی ہمارا اردو زبان کا طالب علم یہ واضح نہیں کر سکا کہ ہماری مادری زبان کون سی ہے؟ ماں بولی یا مادرِ وطن کی زبان؟

جب ہم اس بحث سے نکل کر یہ جان لیتے ہیں کہ مادری زبان سے مراد مادرِ وطن کی زبان ہے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہماری مادری زبان اردو ہے۔ اب مادری زبان کے ساتھ سوتیلی زبان جیسا سلوک کرنا شاید وفاداری نہیں ہو سکتا، لہٰذا اردو کو صرف سمجھ کر بول لینا کافی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے تلفظ کی صحیح ادائیگی اور اس کی مکمل صوت شناسی بہت ضروری ہے۔

زبان کو الفاظ کا کھیل سمجھنا بھی عقل مندی نہیں یا یہ سمجھنا کہ کسی زبان کو سیکھنے کے لیے اس کے ذخیرۂ الفاظ کو یاد کر لیا جائے اور سمجھا جائے اب اس زبان پر عبور حاصل ہو گیا تو یہ خام خیالی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر ہر شخص دوسری زبان کی لغات سے الفاظ یاد کر کے اُس زبان میں دسترس حاصل کر لیتا۔ میرے خیال میں تو لغت الفاظ کا قید خانہ ہے۔ خود کو اُس تک محدود کر لینا بھی راہِ راست نہیں، کیوں کہ ضروری نہیں کہ ایک لفظ ہر موقع پر ایک ہی معانی و مطالب کے لیے استعمال ہو، پھر وقت کے ساتھ ساتھ الفاظ متروک بھی ہوتے ہیں۔ نئے وجود بھی آتے ہیں۔ دوسری زبانوں سے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں کہ:

”ہر زندہ زبان کے دس فی صدی الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور نئے اس میں شامل ہو جاتے ہیں اور نئے اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس زبان کا صوتی و نحوی ڈھانچہ صدیاں گزرنے کے باوجود جوں کا توں رہتا ہے۔ اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوتی، چنانچہ اصل چیز زبان کا صوتی نظام اور اس کا صرفی و نحوی ڈھانچہ ہے۔“ ۳۵

ڈاکٹر گوپی چند کے درج بالا بیان پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی زبان میں صوتیات کی اہمیت کتنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول زبان کی صوت صدیاں گزرنے کے باوجود بھی نہیں بدلتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زبان کے نحوی ڈھانچے کے ساتھ ساتھ صوتی نظام بھی جڑ کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی اگر یہ کہا جائے کہ صوت شناسی کسی بھی زبان کے معیار اور پہچان کو متعارف کراتی ہے تو یہ بے جا نہ ہو گا۔

صوتیات ہی وہ علم ہے جس کے ذریعے نئی زبان سیکھنے والا طالب علم زیادہ مشکل کا سامنا کرتا ہے۔ اس کے لیے مشکل مرحلہ زبان شناسی نہیں بلکہ صوت شناسی ہے۔ جو کہ زبان کا حقیقی حسن ہے۔ وہ طالب علم جو اپنی مادری زبان میں تو صوتی مہارت رکھتا ہے لیکن جب اس کا سابقہ ایک نئی زبان سے پڑتا ہے تو وہ اس کی آوازوں کی ادائیگی میں دقتوں اور پیچیدگیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، کیوں کہ نئی صوتی عادتیں ڈالنا بہت مشکل امر ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے زبان کی صوتیات کے آسان اصول وضع کرنا اور انہیں ایک عام قاری تک پہنچانا ایک مشکل مرحلہ ضرور ہے مگر ناگزیر بھی ہے۔

صوتیات میں صِرف ان انسانی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو اعضائے تکلم کے ذریعے ادا کی جاتی ہیں اور ان سے اپنا مدعا بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے تکلم کو اعضائے صوت بھی کہا جاتا ہے اور ان سے مراد وہ اعضاء ہیں جو آواز کی ادائیگی میں ممکنہ حد تک استعمال ہوتے ہیں۔ جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ کون سی آواز کیسے نکالنی ہے۔ زبان کہاں کہاں رگڑ کھائے گی؟ کہاں ہوا کے اخراج سے لفظ خارج ہو گا اور کہاں لفظ ناک کے راستے سے ادا ہو گا۔ یہ سب درجہ بندی صوتیات کے علم سے ممکن ہے۔

اردو کے صوتی نظام میں لاتعداد آوازیں ہیں ان میں کچھ ہیں جن کا ترجمہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے، مطلب ان آوازوں کے لیے کچھ علامتیں وضع کی جا سکتی ہیں اور علمائے صوتیات نے بہت سی علامتیں وضع کی بھی ہیں۔ اس سلسلے میں خلیل صدیقی لکھتے ہیں:

"اردو کے صوتی نظام میں اَن گنت آوازیں شامل ہیں۔ لیکن جن آوازوں کا باآسانی ترجمہ ممکن ہے ان کی تعداد چھیاسٹھ (٦٦) ہے اس تعداد میں وہ آوازیں بھی شامل ہیں جو لسانی ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں لائی ہوئی اہم تبدیلیوں کی بناء پر پہنچائی گئی ہیں۔"٣٦

صوتیات میں بولی جانے والی آوازوں کو مزید مختلف حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے لیکن اہم دو حصے مصوتے اور مصمتے کہلاتے ہیں۔ ان مصوتوں اور مصمتوں کو مختلف ماہرین صوتیات نے مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری یوں رقم طراز ہیں:

"اردو میں دو قسم کی آوازیں ہیں:(ا) سُر (٢) آسُر، سُر کو انگریزی میں Vowel، سنسکرت میں سُور، عربی میں حروفِ علت کہتے ہیں اور آسر کو Consonant، انگریزی ، سنسکرت میں ویجن، عربی میں حروفِ صحیح کہا جاتا ہے۔"٣٧

بعض اوقات آوازیں زمان ومکان کے مطابق بھی بدلتی ہیں اور یہ تبدیلی کسی قانون یا قاعدے کے مطابق نہیں ہوتی، بلکہ خود بخود بدلتی رہتی ہیں۔ان آوازوں کا بدلنا ماہرینِ لسانیات کے نزدیک فطری ارتقاء کی وجہ سے ہے۔اس زمان ومکان کے ساتھ آوازوں کا بدلنا صوتی تشکیل اور تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ اردو صوتیات کی اساسی تقسیم کے حوالے سے بہت سے نظریات موجود ہیں۔ آوازوں کی درجہ بندی زبان میں استعمال ہونے والی مختلف آوازوں کے اُتار چڑھاؤ سے واقع ہونے والی صوتیاتی تبدیلیوں سے ہوتی ہے۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اُردو صوتیات کو مصوّتی، مصمتی، نیم مصوّتی اور نیم مصمتی وغیرہ درجہ بندیوں میں فرق کرتے ہوئے ٤١ فونیمز کی فہرست تشکیل دی ہے، جس میں اردو حروف "و، ن، ہ، ی، ے" کو مزید ذیلی اصوات میں تقسیم کیا ہے۔ڈاکٹر گوپی چند کے بعد علمائے صوتیات کی ایک کثیر تعداد نے صوتیات کی تقسیم کے حوالے سے مختلف فونیمز کی فہرستیں بنائی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے انداز سے یہ ترتیب پیش کی ہے۔ جن میں ڈاکٹر اقتدار حسین خان، ڈاکٹر گیان چند، خلیل صدیقی اور شمشاد زیدی شامل ہیں۔اسی طرح لہجوں کے امتیاز سے فونیمز میں تبدیلیاں آتی ہیں۔جو کہ معنی خیز ہوتی ہیں۔یہ تبدیلیاں نہ صرف لہجے بدلتی ہیں بل کہ ان سے معنیاتی تبدیلیاں

بھی واقع ہوتی ہیں۔ زیر، زبر اور پیش سے ہونے والی صوتی تبدیلی سے معنیاتی کیفیات پر پڑنے والے اثرات بھی در حقیقت فونیمز کے اساسی امتیازی عناصر میں شامل ہیں۔ یہاں یہ بات واضع رہے کہ کسی بھی زبان کے حروفِ تہجی ہی اُس میں مصوتی، مصمتی اور نیم مصوّتی فونیمز کی نمائندگی کرتے ہیں، جس طرح انگریزی میں ,A, B, C اور اُردو میں ا، ب، پ، وغیرہ ہیں یہ حروفِ تہجی ہی کسی زبان کی بنیاد ہوتے ہیں ان پر ہی زبان تشکیل پاتی ہے۔ یہ کسی زبان کے لیے ویسی اہمیت رکھتے ہیں جیسی کسی عمارت کے لیے اینٹیں۔ انہی حروفِ تہجی کو بنیادی آوازیں (Segmental Phonemes) کہا جاتا ہے ۔ لیکن جب مختلف فونیمز مل کر کسی بھی زبان کے لسانی تصورات یا صوتیاتی اصوات کی تشکیل کرنے لگتے ہیں تو اُن میں کچھ آوازیں ایسی بھی بنتی ہوتی ہیں جو بنیادی آوازوںSegmental فونیمز کے ذیل میں نہیں آتیں۔

عموماً یہ عمل ہر زبان کی عملی سطح پہ محسوس کیا جاتا ہے۔ اُردو چوں کہ ایک مخلوط زبان ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ لیکن فارسی اور عربی کے اثرات بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے اس کے بنیادی فونیمز کی تقسیم اور قواعدی درجہ بندی عربی اور فارسی کے صوتی نظام سے لی گئی ہے،

یہی وجہ ہے کہ گرافک سطح پر موجود فونیمز سے صوتیات کے اکثر طالب علم اوقات دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ مثلاً: • س، ص، ث • ز، ذ، ض، ظ، ژ • ت، ط • ح، ہ وغیرہ

دراصل یہ حروف کی گروہی درجہ بندی ہے۔ جس کی تفصیل اس مقالے میں شامل کی گئی۔

صوتیات اور فونیمیات کا بنیادی فرق

عام طور پر صوتیات اور فونیمیات کو ایک ہی علم تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں ایک معمولی سا فرق ہے اور وہ معمولی فرق دونوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کر دیتا ہے۔

صوتیات کو انگریزی زبان میں (Phonetics) جب کہ فونیم کو (Phonemics) ہی کہا جاتا ہے۔

صوتیات میں صرف آوازوں کا ہی مطالعہ کیا جاتا ہے جو کہ کسی ایک زبان تک محدود نہیں وہ کسی بھی زبان کے مجوزہ اصولوں کا مطالعہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس جب ہم کسی مخصوص زبان کی

آوازوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ فونیم کہلاتا ہے۔ جس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جب ہم اردو زبان کے مصوتی نظام یا جرمن زبان کے مصمتی نظام کی بات کریں گے تو گویا ہم فونیمیاتی اقوال کی بات کر رہے ہیں اور اگر ہم عمومی طور پر بات کریں کہ مصمتہ کیا ہوتا ہے، مصمتہ کسے کہتے ہیں تو گویا ہم صوتیات کے حوالے سے بات کر رہے ہیں لیکن اگر کسی زبان کا مکمل تجزیہ کرنا مقصود ہو تو ہم ان دونوں یعنی صوتیات اور فونیمیات کو عمل میں لاتے ہیں۔ دونوں لازم وملزوم بن جاتے ہیں، زبان ان دونوں کے اصولوں سے ہی اپنا صوتی نظام مکمل کرپاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بات بہت اہم ہے کہ فونیمیاتی اجزاء کو دو ترچھی لکیروں (/ /) سے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً /e/ اس کا تفصیلی جائزہ فصل سوم اور چہارم میں لیا جائے گا۔ صوتیات اور فونیمیات کے فرق کو ہم مزید درج ذیل پہلوؤں کے تحت دیکھ سکتے ہیں:

صوتیات	فونیمیات
1۔ صوتیات میں کسی زبان میں پیدا ہونے والی آوازوں کے تلفظی طریقہ کار اور ان کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔	فونیمیات میں کسی بھی زبان کی اہم آوازوں کو معلوم کرنے کے مجوزہ اصولوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔
2۔ صوتیات میں جن آوازوں کے تلفظی طریقہ کار اور ان کی درجہ بندی کا مطالعہ کیا جاتا ہے وہ کسی بھی زبان سے ہوسکتے ہیں۔	اس کے برعکس فونیمیات کسی خاص زبان کی آوازوں یا فونیم معلوم کرنے کا جائزہ لیا جاتا ہے۔
3۔ صوتیات جن آوازوں کا مطالعہ کرتی ہے، وہ لامحدود ہوتی ہیں۔	فونیمیات میں مطالعہ کی گئی آوازوں کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔ جو عام طور پر 10 سے 60 تک ہوسکتی ہیں۔
4۔ صوتیات میں ادا ہونے والی آوازوں کو تحریری میں ظاہر کرنے کے لیے مربع	فونیمیات میں ان آوازوں کو تحریر میں لکھنے کے لیے قوسین / / استعمال ہوتی ہیں۔

قوسین[ ]کا استعمال کیا جاتا ہے۔	

صوتیات کی شاخیں

صوتیات کی مختلف تحقیقی و تنقیدی کتب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس علم کی شاخوں کے حوالے سے کوئی خاص کام نہیں کیا گیا۔ اکثر ماہرین صوتیات جن میں ڈاکٹر طارق رحمان، ڈاکٹر گیان چند، ڈاکٹر گوپی چند، شوکت سبزواری وغیرہ نے صوتیات کی تین شاخیں بتائیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تلفظی صوتیات (Articulatory Phonetics)

۲۔ سمعیاتی صوتیات (Acoustic Phonetics)

۳۔ سمعی صوتیات (Auditory Phonetics)

تلفظی صوتیات:(Articulatory Phonetics)

یہ صوتیات کی قدیم شاخ ہے۔ عام طور پر صوت یات کہہ کر تلفظی صوتیات ہی مراد لیا جاتا ہے۔ تلفظ سے مراد کسی بھی لفظ کے مخصوص آواز کی تخلیق ہے۔ صوتیات کی اس شاخ میں آوازوں کی تخلیق، تلفظی صوتیات، آواز اور اس کے مخارج کا مطالعہ کرتی ہیے۔ اس کے علاوہ ان اعضاء کا بھی تفصیلی مطالعہ کرتی ہے جو آواز پیدا کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں تلفظی صوتیات پر مکمل گفت گو کی گئی ہے۔

سمعیاتی صوتیات:(Acoustic Phonetics)

اسے سمعی صوتیات بھی کہا جاتا ہے۔ منہ سے نکلنے والی آواز ہوا میں کس طرح سفر کرتی ہے؟ ہوا میں اس کا رنگ وروپ کیا ہوتا ہے۔ اس سلسلے سب سے پہلے تحقیق کرنے والے ماہرِ لسانیات ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے امریکہ میں اس پر تحقیقی کام کیا۔ آواز لہروں کی شکل میں سفر کرتی ہے۔ یہ لہریں گیارہ سے بارہ سو فٹ فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ ہوا آوازوں کے پیدا کرنے یا اس کو آگے بڑھانے میں بنیادی عنصر ہے۔ اس کے بغیر یہ سب ناممکن ہے۔ جب ہم

بولتے ہیں تو ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس آواز سے لہریں پیدا ہوتی ہیں ان کو ماپنے کے لیے مختلف آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سادہ ترین آواز وہ ہے جو دوشاخہ (Tuning Fork) کو چلا کر پیدا کی جاتی ہے۔ صحیح طور پر بنے ہوئے دوشاخہ میں مقررہ وقفہ سے ارتعاش پیدا ہو گا۔ اس ارتعاشی وقفہ کو دور فی سیکنڈ کیا جاتا ہے۔ جب کہ انگریزی زبان میں (Cycles per Second) کہتے ہیں۔ جسے مختصراً CPS کہا

جاتا ہے۔ آواز کی لہر ایک نقطے سے شروع ہوتی ہے۔ یہ نقطہ منہ کے قریب ہو گا۔ اس کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں

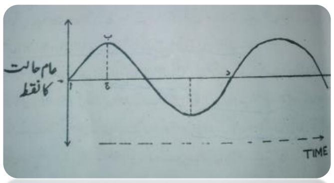

اس تصویر میں a سے d تک ایک چکر (Cycle) مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ چکر جتنے وقت میں مکمل ہو گا اسے وقفہ Period کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک سیکنڈ میں جتنے چکر بنتے ہیں انہیں دور فی سیکنڈ یا چکر فی سیکنڈ کہا جائے گا۔ وہ آوازیں جن کا وقفہ یا دور ہر بار ایک ہی رہے وہ وقفہ دار آوازیں کہلاتی ہیں۔ لیکن اگر ہر بار وقفہ ایک جیسا نہ رہے تو وہ غیر وقفہ دار آوازیں کہلاتی ہیں۔ یہ وقفے دار آوازیں سر بناتی ہیں۔ اس آواز کو ماپنے کا آلہ نقش لیف Spectrogram کہلاتا ہے۔ ان آوازوں کے نقش اس برقی آلے کے ذریعے ماپا جاتا ہے۔ بقول اقتدار حسین خان:

"اس طرح کا خاکہ جو ہم کسی آواز کے لیے ریکارڈ کرتے ہیں، اس آواز کا سپکٹرم کہلاتا ہے۔ اس سپکٹرم سے یہ ظاہر ہے کہ آواز کی لہر میں طاقت ہر جگہ نہیں ہوتی۔ صرف خاص تواتر (Frequency) کے مقام پر موجود ہوتی ہے۔ یہ خاصیت صرف وقفہ لہریں ہوتی ہیں۔ جو کہ تکراری ہوتی ہیں۔" ۳۸

یہ بات عیاں ہے کہ جس کو آواز کی لہر کہتے ہیں، وہ ہوا کے اوپر نیچے ہونے سے بنتی ہے۔ ہوا کے اوپر نیچے ہونے کا مقصد ہوا کا کم یا زیادہ دباؤ ہے۔ اور یہ دباؤ ہمارے بولنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہمارے بولنے سے ہوا میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ ہم جتنی طاقت لگا کر بولیں گے ہوا میں اتنا ارتعاش

زیادہ پیدا ہو گا اور اتنی زیادہ لہریں پیدا ہوں گی۔ اور اگر آہستہ بولیں گے تو ہوا میں ارتعاش کم پیدا ہو گا۔ یہ لہریں کم بنیں گی یعنی ان کے تواتر (Frequency) میں فرق آئے گا۔

آواز کی وہ شدت جو ایک آدمی محسوس کرتا ہے، اسے آواز کی بلندی کہا جاتا ہے۔ جس کو آواز کی ایک اکائی سے ناپا جاتا ہے۔ آواز کی اس اکائی کو ڈیسیبل (Decibles) کہا جاتا ہے۔ عموماً سنی جانے والی آواز کو ڈیسیبل کہا جاتا ہے۔ صوتیات کے اس شعبے میں اردو مصوتوں اور مصمتوں کی رفتار اور ان کی ماہیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اونچے مصوتے کس رفتار سے آگے بڑھتے ہیں۔ ان رفتار فی سیکنڈ کے حساب سے کتنی ہے۔ اور پچھلے مصوتوں کی رفتار فی سیکنڈ کیا ہے۔ یہ سب کچھ سپیکٹروگرام کے ذریعے ہی ماپا جاتا ہے۔ ایک کسی مصوتے یا مصمتے کو شدت سے بولا جائے تو وہاں آواز کی لہریں زیادہ اور قریب قریب بنتی ہیں۔ اور اگر اس کی شدت میں کمی ہو تو وہاں لہروں میں فاصلہ ہوتا ہے۔ اس کا تجربہ موبائل یا کسی وائس رکارڈر آلہ سے کیا جاسکتا ہے۔

سمعیاتی صوت یات پر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور نہ ہی اس پر کوئی تحقیقی کام کیا گیا۔ اس مقالے میں اس کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شعبے کو مزید تحقیق کی راہوں میں پرکھا جائے۔ اور آنے والے تحقیق کاروں کے لیے راہیں ہموار کی جائیں۔

صوتیاتی آلات:

بلاشبہ صوتیات ایک ایسا علم ہے جو ایک عمل گاہ میں پڑھایا جانا چاہیے۔ اسے بہت سے آلات کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ اس عمل میں کچھ ضروری آلات کا استعمال ہوتا ہے جن میں چند کے نام اور ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

1) سپکٹروگرام:

یہ ایک ایسا آلہ ہے جو آواز کو ماپنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ آلہ اکثر ڈاکٹروں کے پاس موجود ہوتا ہے۔ اس آلے کے ذریعے مسموع اور غیر مسموع آوازوں کا بآسانی پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہکاری اور تھپک دار آوازیں پہچاننا بھی آسان ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں لیکن سب سے

بہترین قسم سونا گراف ہے۔ جس سے نہ صرف آوازوں کی شناخت کی جاتی ہے بل کہ ان آوازوں کے وقت کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے۔

2)کائمو گراف:

شروع میں یہ آلہ صرف ڈاکٹر ہی استعمال کرتے تھے۔ لیکن بعد میں اسے آوازوں کے مطالعے میں استعمال کیا جانے لگا۔ اس کا طریقہ کار بہت آسان اور عام فہم ہے۔ اس آلے کے ذریعے بھی تمام آوازوں میں فرق قائم کرنا نہایت آسان ہے۔ یہ ایک ڈھول نما صندوق ہوتا ہے۔ جس کے اوپر ایک سیاہ چکنا کاغذ نصب کیا جاتا ہے۔ اس کے ایک سِرے پر ربڑ کی ایک نلکی لگی ہوتی ہے جس کے ساتھ ایک سوئی کو جوڑا جاتا ہے۔ اس ڈھول کے ساتھ ایک برقی مشین لگائی جاتی ہے۔ جو اسے حرکت دینے میں مدد دیتی ہے۔ نلکی کے دوسرے سرے پر ایک لکڑی نصب کر دی جاتی ہے۔ جو کہ منہ میں لگ جاتی ہے۔ بجلی سے برقی مشین کو چلا کر جب انسان بولتا ہے تو سوئی کے ذریعے اس کاغذ پر نشان ثبت ہوتے جاتے ہیں۔ ان نشانات کے سبب تمام تر آوازوں کی پہچان کرنا نہایت آسان ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت سادہ طریقہ ہے۔ اس کے تمام مصوتوں اور مصمتوں کی پہچان کی جاتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک نے اس آلے کے مختلف نمونے بنائے ہیں جن کو درج ذیل ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

الف: الیکٹرو کائمو گراف۔ ب: اِنک رائٹر

ج: کرومو گراف د: منگو گراف

ہ: آسلو گراف

3)مصنوعی تالو:

اس کی شکل انسانی تالو جیسی ہوتی ہے۔ اسے بھی آواز کے ماپنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ شروع میں یہ مٹی کے ایک سادہ لیپ کے ذریعے بنایا جاتا تھا۔ جس کے ساتھ ایک برقی مشین لگا کر آوازوں کا تعین کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اسے باقاعدہ ایک جدید مشینی شکل دے دی گئی ہے۔ اس آلے کے ذریعے بننے والے صوتی نقشوں کو پیلیٹو گرام کہا جاتا ہے۔

4)ایکس رے:

یہ بھی آوازوں کو ماپنے کا ایک جدید آلہ ہے۔ یہ زبان کی پتلی کڑیوں کی بنی ایک دھات ہوتی ہے۔اس سے آوازوں کے تمام تر نقوش کا عکس لیا جاتا ہے۔

ان آلات کے علاوہ بہت سے ایسے آلات ہیں جو آواز کو ماپنے،اِس کی رفتار جاننے اور ان میں فرق کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں چند آلات کے نام درج ذیل ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان پر مکمل کام کیا جانا چاہیے تاکہ صوتیات کے اس شعبہ علم میں مزید وسعت آسکے۔

☆پیمانہ دہن(moth measurer)

☆لیر نکس کوپ ☆اینڈ سکوپ

☆پیٹرن پلے بیک ☆پچ میٹل ☆سپیچ سٹر یچ

سمعی صوتیات:(Auditory Phonetics)

صوتیات کا یہ تیسرا اور اہم شعبہ ہے۔اس شعبے میں کان کے ذریعے آواز کے حصول اور دماغ میں اس کی پروسیسنگ کا مکمل مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ اس شعبہ میں صوتیات کو تجربہ گاہ کی اشد ضرورت ہے۔اس شعبے کے حوالے سے ڈاکٹر طارق رحمن لکھتے ہیں:

”سمعی صوتیات کان کے ذریعے آواز کے حصول اور دماغ میں اس کی پروسیسنگ کا نام ہے۔دوسرے لفظوں میں ہم مطالعہ کرتے ہیں کہ:

1۔آواز کیسے پیدا ہوتی ہے۔

2۔یہ منہ سے کان تک کا سفر کیسے کرتی ہے؟

3۔کان اور دماغ کس طرح اس کا ادراک حاصل کرتے ہیں؟۔“[۳۹]

سمعی صوتیات میں کان کے مکمل کام کرنے اور پھر دماغ میں آوازوں کے امتیاز مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ اس حوالے سے کچھ نہ کچھ بیان کیا جائے۔ بنیادی طور پر کان کے تین حصے ہوتے ہیں:

1۔بیرونی کان:The outer ear or Pinna

2۔وسطی کان: The Middle Ear

3۔اندرونی کان: The Inner Ear

بیرونی کان

کان کا یہ حصہ سر کے دونوں جانب نمایاں ہوتا ہے۔ جس کا ہدف فضاء میں موجود آوازوں کو پکڑنا ہے جو کہ لہروں کی صورت میں موجود ہوتی ہیں۔ اس بیرونی حصے کے ساتھ ایک نالی جڑی ہوتی ہے جو آواز کی لہروں کو اندر لے جاتی ہے۔ اس نالی کے آخر پر ایک بہت نازک اور باریک پردہ وہتا ہے۔ جسے ایئر ڈرم Ear drum کہا جاتا ہے۔ آواز کی لہریں جب اس سے ٹکراتی ہیں تو اس میں ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔ یہ ارتعاش آواز کی لہروں کو کان کے درمیانی حصے میں منتقل کرتی ہے۔

درمیانی کان

کان کا درمیانی حصہ آواز کی لہروں کو بیرونی حصے سے ایئر ڈرمEar drum کے ذریعے وصول کرتا ہے۔ کان کے اس درمیانی حصے میں تین نرم و نازک چھوٹی چھوٹی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ہیمرHammer ۲۔این وِلAnvil ۳۔اسٹراپStirrup

یہ تینوں ہڈیاں ایک دوسرے سے بالترتیب جڑی ہوتی ہیں۔ کان کا پردہ ہیمرHammer ہڈی سے جڑا ہوتا ہے۔ آواز کی لہریں اس ہیمر ہڈی کے ذریعے دوسری اور پھر تیسری ہڈی میں منتقل ہوتی ہیں۔ ان تینوں ہڈیوں کا کام کان کے پردے پر ہونے والی ارتعاش کو اندرونی کان تک پہنچانا ہے۔ آخری ہڈی اسٹراپ آواز کی توانائی کو مکینیکل توانائی میں بدل دیتی ہے۔ جو کان کے اندرونی حصے میں منتقل ہوتی ہے۔

اندرونی کان

وسطی کان کی تیسری ہڈی کے فوراً بعد کان کا اندرونی حصہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسٹراپ ہڈی کے بعد ایک چھوٹی سی خالی جگہ ہوتی ہے۔ اسے اوول ونڈو Oval Window کہا جاتا ہے۔ یہ وسطی اور اندرونی کان کو آپس میں جوڑتی ہے۔ کان کا وسطی حصہ آواز کی لہروں کی شدت میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اوول ونڈو میں منتقل کر دیتا ہے۔ آواز کی لہروں میں یہ اضافہ تقریباً بیس گنا بڑھ جاتا ہے۔ اندرونی کان میں ایک پیچ دار حصہ ہوتا ہے جسے کوکلیا(Cochlea) کہا جاتا ہے۔ جس کے اندر مائع بھری ہوتی ہے۔ جو گول اور خمیدہ نالیوں میں موجود ہوتی ہے۔ ان نالیوں میں موجود مائع آواز کی مرتعش لہروں کی شدت کے سبب حرکت کرنے لگتا ہے۔

ان نالیوں میں ہزاروں کی تعداد میں باریک ریشے ہوتے ہیں، جو مکینیکل سگنلز کو الیکٹریکل سگنلز میں تبدیل کرتے ہیں۔ کوکلیاCochlea سے جڑے آواز کے الیکٹریکل سگنلز کو دماغ تک لے جانے والے عصاب ہوتے ہیں۔ جو سگنلز دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح دماغ ان آوازوں میں فرق واضح کرتا ہے۔

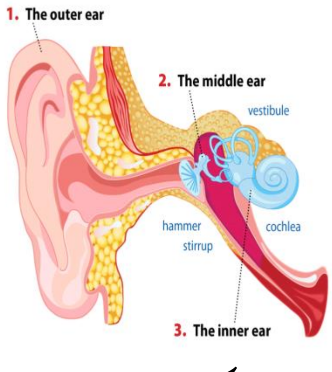

صوتیات کی ان شاخوں کے علاوہ خلیل صدیقی نے اپنی کتاب "آوازشناسی" میں مختلف شاخوں کا ذکر کیا ہے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ توضیحی صوتیات:

الفاظ کے مخارج کی ادائیگی اور اس کے طریقہ کار کو توضیحی صوتیات کہا جاتا ہے۔

۲۔ طبیعاتی صوتیات:

گفت گو سے پیدا ہونے والی لہروں، ان کی رفتار، پیمائش اور نوعیت کا مطالعہ طبیعاتی صوتیات کہلاتا ہے۔

۳۔ عضویاتی صوتیات:

آوازوں کی ادائیگی کے وقت اعضائے صوت کی نقل و حرکت کے مطالعے کو عضویاتی صوتیات کہا جاتا ہے۔

۴۔ تجرباتی صوتیات:

آواز کی رفتار، سُر اور ارتعاش کا مطالعہ تجرباتی صوتیات کہلاتا ہے۔

۵۔ آلاتی صوتیات:

وہ تمام آلات جو آواز کو ماپنے، جائزہ لینے اور اس کی لہروں کی جان کاری کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان کا مطالعہ آلاتی صوتیات کہلاتا ہے۔

۶۔ تاریخی صوتیات:

مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اصوات میں پیدا ہونے والے تغیرات کا مطالعہ تاریخی صوتیات کہلاتا ہے۔ اسے حرکی یا اشتقاقی صوتیات بھی کہا جاتا ہے۔

۷۔ سکونی صوتیات:

ایک یا زیادہ زبانوں کا کسی خاص دور کا مطالعہ سکونی صوتیات کہلاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ خلیل صدیقی صاحب نے باقی ماہرینِ صوتیات کی طرح صوتیات کی تین بنیادی شاخوں کو بھی تسلیم کیا ہے اور ان کا ذکر اپنی اس کتاب میں تفصیلاً کیا ہے، لیکن ان کی مزید تحقیق کے بعد صوتیات کی باقی شاخوں کو متعارف کروانا ایک اہم تحقیقی قدم ہے۔ اگر صوتیات

کے سکول میں تحقیق کرنے والے طلباء کوشش کریں تو صوتیات کی ان تمام شاخوں پر بہت سی ضخیم کتب لکھ کر اس علم کو مزید وسعت بخشی جاسکتی ہے۔

چند اہم صوتی اصطلاحات

اس سے قبل کہ صوتی اصطلاحات کو بیان کیا جائے۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اصطلاح کسے کہتے ہیں۔ اس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔

مختلف لغات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لفظ "اصطلاح" کا مادہ (Root Word) "ص ل ح" ہے۔ اس کے لغوی معنی باہم صلاح کرنا، کسی گروہ کا کسی امر پر متفق ہونا وغیرہ ہیں۔

اس لفظ کے اصطلاحی مفہوم یا اس کی تعریف میں مختلف ماہرین نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

بقول ڈاکٹر تنویر حسین:

"اصطلاح ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے کسی علم و فن کے خاص مفہوم کو واضح کرے، اس علم و فن سے وابستہ لوگ ان اصطلاحات کو بخوبی سمجھتے ہیں۔" ۴۰

اصطلاح دراصل ایک مختصر مگر جامع لفظ کو کہا جاتا ہے۔ جس اپنے اندر ایک وسیع اشارہ سمیٹے ہوتا ہے۔ جو لوگ علم و فن سے متصل ہوتے ہیں وہ سے بخوبی آشنا ہوتے ہیں۔ پروفیسر وحید الدین سلیم اس بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اصطلاحیں دراصل اشارے ہیں جو خیالات کے مجموعوں کی طرف ذہن کو منتقل کر دیتی ہیں۔" ۴۱

اصطلاح کے لیے انگریزی زبان میں ""Term"" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو کہ نہ صرف انگریزی ادب بلکہ سائنسی دنیا میں بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اصطلاح دراصل کسی اشارے کا نام ہے۔ جو خیالات کے مجموعے کی طرف ذہن کو منتقل کرتا ہے۔ اصطلاح کی تعریف کرتے ہوئے محمد ابوبکر فاروقی لکھتے ہیں:

”اصطلاح سے مراد کسی گروہ کا متفق ہو کر باہمی صلاح مشورے کے بعد کسی لفظ کے مفہوم کی طوالت سے بچتے ہوئے کسی ایک لفظ پر مصلحت اختیار کرتے ہوئے متفق ہونا، اصطلاح سازی کہلاتا ہے۔‘[۴۲]

اصطلاح در اصل جامع ترین الفاظ کا مختصر ترین نام ہے۔یہی مصلحت ہی وہ اصطلاح ہے جو طوالت سے بچنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔یہ ایک ارتقائی عمل ہوتا ہے۔اس لیے یہ بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ:

”اصطلاح کا مآخذ لفظ ”الصلح“ ہے۔انگریزی زبان میں اس کا متبادل لفظ Trem (ٹرم) ہے۔جو لاطینی لفظ Termienum اور یونانی لفظ Termon سے ماخوذ ہے اس سے جرمنی لفظ Terma وضع کیا گیا۔“[۴۳]

اب اگر صوتیات کے حوالے سے اصطلاحات کا ذکر کیا جائے تو بات واضح ہے کہ اردو صوتیات میں اصطلاحات پر بالکل کام نہیں کیا گیا۔نہ ہی اس سلسلے میں کوئی تحقیقی مقالہ سامنے آیا ہے۔ اردو میں لسانیات یا صوتیات کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب میں کہیں کہیں چند ایک اصطلاحات بیان کی گئی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو کی مختلف صوتی اصطلاحات پر کام کیا جائے تاکہ صوتیات کے طالب علم کے لیے نئی تحقیقی راہیں کھلیں۔

۱۔ سُر:

آواز کی ادائیگی سے جب لفظی معنوں میں تبدیلی کی جائے تو اسے سُر کہا جاتا ہے۔

۲۔ بل:

آواز نکالتے وقت جب کسی ایک صوت رُکن کو دوسرے صوت رکن سے زیادہ نمایاں کر کے بولا جاتا ہے اسے بل کہتے ہیں۔

۳۔اتصال:

اتصال کا لفظی مطلب ہے "باہم ملانا" اردو میں ایسے الفاظ ملتے ہیں کہ ان میں کچھ وقفہ دیا جائے تو معنی ایک بنتے ہیں اور نہ دیا جائے تو دوسرے معنی نکلتے ہیں، مثلاً پی لی ایک معنی۔ پلی دوسرا معنی۔

۴۔اقلی جوڑا:

ایسے دو الفاظ جن کی آوازوں میں صرف ایک آواز کو چھوڑ کر باقی سب آوازیں یکساں ہوں تو وہ دونوں الفاظ اقلی جوڑا کہلاتے ہیں، مثلاً پُل۔ پَل۔ گلُ۔ گل وغیرہ۔

۵۔انفیائی:

وہ آوازیں جو ناک سے ادا کی جاتی ہیں۔

۶۔اعراب:

حرکات (زبر، زیر، پیش وغیرہ) لگا کر لفظ کا صحیح تلفظ واضح کرنا اعراب کہلاتا ہے۔ دراصل یہی حرکات ہی اعراب کہلاتی ہیں۔

۷۔بندشہ:

وہ آوازیں جن کو ادا کرتے وقت ہوا کو روک کر ادا کیا جاتا ہے اس آواز کو بندشہ کہتے ہیں۔

۸۔پہلوئی:

زبان کو جب تالو سے اس طرح لگایا جائے کہ وہاں سے ہوا کا راستہ بند ہو جائے لیکن زبان کے دونوں پہلوؤں سے ہوا نکل سکے، وہ آوازیں پہلوی کہلاتی ہیں مثلاً "ل"۔

۹۔تالوی:

وہ آوازیں جو زبان کے سخت تالو سے لگنے کے دوران ادا کی جاتی ہیں۔

۱۰۔تقطیع:

تقطیع کے لغوی معنی قطع کرنے کے ہیں۔اصطلاح میں مصرعے کے الفاظ کو قطع کر کے وزن کے ارکان کے برابر لانے کو تقطیع کہا جاتا ہے۔

۱۱۔ تکلم:

یہ اصطلاح کلام سے ماخوذ ہے۔ کسی بھی لفظ کی ادائیگی تکلم کہلاتی ہے۔

۱۲۔ تائے تانیث:

یہ عربی زبان سے اردو میں آیا ہے جو صرف "ت" کی آواز دیتا ہے۔ لیکن اس کو لکھنے میں "ہ" پر دو نقطے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً "ۃ"

۱۳۔ تنوین:

اُردو زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے جن چند الفاظ کے آخری "الف" پر دوزبر، دوزیر یا دوپیش لگاتے ہیں اور اس سے "ن" کی آواز ادا ہوتی ہے اسے تنوین کہتے ہیں۔

۱۴۔ تھپک دار:

جب زبان سے کسی لفظ کی ادائیگی کے وقت کسی آواز کو تھپک دے تو وہ تھپک دار آواز کہلاتی ہے۔

۱۵۔ جلوی آوازیں:

زبان کے اگلے حصے سے نکلنے والی آوازیں جلوی آوازیں کہلاتی ہیں۔

۱۶۔ جوفِ دہن:

منہ کا خلا جو حلق سے لبوں تک ہے جو مختلف آوازوں کے پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جوفِ دہن کہلاتا ہے۔

۱۷۔ دندانی / دنتی / اسنائی:

وہ آواز جو نچلے ہونٹوں اور اوپری دانتوں کی مدد سے نکالی جاتی ہے۔

۱۸۔ دولبی:

وہ آوازیں جو دو ہونٹوں کی مدد سے نکالی جاتی ہیں۔

۱۹۔ دوہرا مصوتہ:

اسے انگریزی میں (Diphthong) کہتے ہیں۔ ایسی آواز جو دو مصوتوں کے ملاپ سے اس طرح ادا ہو کہ ایک رکن سمجھی جائیں۔ اگر مصوتی خوشے کا تلفظ اس طرح ہو کہ دو آوازیں ایک ساتھ مصوتی شکل میں ادا ہوں تو وہ دوہرا مصوتہ کہلائے گا۔ مثلاً اُو۔ اَو وغیرہ

۲۰۔ رکن:

ہر لفظ کی ادائیگی میں کچھ آوازیں دیگر آوازوں سے زیادہ ممتاز ہوتی ہیں۔ یہ نمایاں آواز رکن کہلاتی ہے مثلاً "تِل" اس میں /ت/ ایک رکن ہے۔

۲۱۔ رگڑی:

ایسی آوازیں جو ہوا کے اعضائے تکلم سے رگڑ کے بعد نکلتی ہیں۔

۲۲۔ سلیبل (رکن) Syllable:

آوازوں کا تجزیہ کرنے میں رُکن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جب آواز پھیپھڑوں سے نکلتی ہے تو وہ ہوا کے دباؤ سے چند سیکنڈ کے وقفوں میں خارج ہوتی ہے۔ ایک مصمتے اور دوسرے مصمتے کے درمیان ہونے والا وقفہ رکن کہلاتا ہے جسے انگریزی میں Syllable کہا جاتا ہے۔

۲۳۔ ساق:

لفظ کا وہ حصہ جس میں تعریفی مارفیم جوڑے جاسکیں۔

۲۴۔ صفیری:

ایسی آواز جو منہ کے تنگ راستے سے ایک معمولی سی رگڑ کے ساتھ پیدا ہو صفیری کہلاتی ہے۔

۲۵۔ صوتیہ:

کسی بھی آواز کی چھوٹی سے چھوٹی اکائی صوتیہ کہلاتی ہے۔

۲۶۔ صوتی رسم الخط:(International Phonetic Alphabet)

اسے بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط کہا جاتا ہے۔ تحریر کے طریقہ یا زبان کے تقریری تلفظ کو موثر بنانے کے لیے یورپی ماہرین لسانیات نے ایک بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط تیار کیا ہے۔

۲۷۔ صوت تانت(Vocal Cards):

انھیں صوتی تار بھی کہا جاتا ہے۔ یہ آواز کے پیدا کرنے میں بنیادی اکائی کے حامل ہوتے ہیں۔ جب آواز پیدا ہوتی ہے تو ان میں ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔

۲۸۔ غیر مسموع:

ایسی آواز جس کے ادا کرنے میں صوت تانت میں ارتعاش پیدا نہ ہو۔

۲۹۔ فونیم:

ایسی آواز جس کو مزید تقسیم نہ کیا جا سکے فونیم کہلاتی ہے۔

۳۰۔ فوق قطعی فونیم:

کسی بھی زبان میں سُر، لہر اور اتصال ایسی چیزیں ہیں جن کے معنی بدلتے رہتے ہیں۔ ان کو فوق قطعی فونیم کہتے ہیں۔

۳۱۔ قطعی فونیم:

مصوتے، مصمتے اور نیم مصوتے قطعی فونیم کہلاتے ہیں۔

۳۲۔ فونیمیات:

اسے فونولوجی بھی کہا جاتا ہے۔ کسی مخصوص زبان کی صوتیات کا تعین فونیمیات کہلاتا ہے۔

۳۳۔ فونیات:

یہ آوازوں کا سائنٹیفک مطالعہ ہے اس میں الفاظ کے تلفظ سے بحث کی جاتی ہے۔

۳۴۔ لثوی:

زبان کی نوک اور اوپری دندان کے مسوڑھوں سے نکلنے والی آواز لثوی کہلاتی ہے مثلاًن۔

۳۵۔ مصمتہ:

وہ آواز جو ہوا کی نالی میں رگڑیا ہوا کی رکاوٹ سے پیدا ہوتی ہے مثلاً بل۔ چل وغیرہ۔

۳۶۔ مصوتہ:

وہ آواز جو سانس کی نالی میں بغیر کسی رگڑ کے پیدا ہو مثلاً آ۔ آئو وغیرہ۔

۳۷۔ مدوّر:

وہ آوازیں جو ہونٹوں کو گول کر کے ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً وہ، تو وغیرہ۔

۳۸۔ غیر مدوّر:

وہ آوازیں جن کو ادا کرتے وقت ہونٹ پھیلے ہوئے ہوں، وہ غیر مدوّر آوازیں کہلاتی ہیں۔ مثلاً "اے"، "آ" وغیرہ۔

۳۹۔ مسموع:

ایسی آواز جس کے ادا کرنے میں صوت تانت میں ارتعائیں پیدا ہو مسموع آوازیں کہلاتی ہیں اردو زبان کے تمام مصمتے مسموع ہیں۔

۴۰۔ معکوسی:

ایسی آوازیں جو زبان کی نوک سے اس طرح ادا ہوتی ہیں کہ زبان کو ارتعاش سی پیدا ہوتی ہے مثلاً ٹ۔ڈ۔ڑ وغیرہ پیچھے دھکیلتے ہوئے۔

۴۱۔ مماثل جوڑا:

دو ایسے ہم آواز الفاظ جن کے املا میں صرف اور صرف ایک حرف کا فرق ہو مگر آواز ایک جیسی ہو، مماثل جوڑا کہلاتے ہیں۔ مثلاً چال،ڈھال وغیرہ۔

۴۲۔ مصوتی تسلسل:

الفاظ کے شروع، درمیان یا آخر میں ایک زیادہ مصوتے ایک ساتھ آئیں تو یہ مصوتی تسلسل کہلاتے ہیں، مثلاً آئین۔ سوئی۔ آؤ۔وغیرہ

۴۳۔ مصمتی خوشے:

جب الفاظ کے شروع میں یا ان کے آخر میں دو یا زیادہ مصمتے ایک ساتھ اس طرح تلفظ ہوں کہ ان کے درمیان کوئی مصوتہ نہ ہو تو ایسے مصمتے مصمتی خوشے کہلاتے ہیں، مثلاً ٹرک۔ قدر وغیرہ۔

۴۴۔ مسدودہ:

ایسی آوازیں جنھیں ادا کرتے وقت جوفِ دہن میں کہیں رکاوٹ پیدا ہو، وہ مسدود آوازیں کہلاتی ہیں۔ مثلاً پھل وغیرہ۔

۴۵۔ غیر مسدود:

ایسی آوازیں جنھیں ادا کرتے وقت جوفِ دہن میں کہیں رکاوٹ پیدا نہ ہو ، غیر مسدود آوازیں کہلاتی ہیں۔ مثلاً آؤ، آئے وغیرہ۔

۴۶۔ علامت:

صوتی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہونے والے نشانات کو علامت کہا جاتا ہے۔

۴۷۔ نیم مصوتہ:

جب آواز نہ تو مصمتے کی طرح رگڑ کھا کر نکلتی ہے اور نہ ہی مصوتے کی طرح بغیر رگڑ کے، اس آواز کو نیم مصوتہ کہتے ہیں۔ اردو میں صرف دو نیم مصوتے ہیں و، ی۔

۴۸۔ نون غنہ (ں):

یہ انفی مصوتہ ہے جو کہ بغیر نقطے کے استعمال ہوتا ہے "ں"۔

۴۹۔ ہکاری:

کسی آواز کی ادائیگی کے وقت منہ سے آنے والی ہوا کے جھونکے سے باہر نکلنے والی آواز ہکاری کہلاتی ہے مثلاً بھ۔ تھ۔ کھ وغیرہ۔

۵۰۔ ہمزہ:

ہمزہ دراصل عربی زبان کا مصوتہ ہے۔ جب دو مصوتے "و" اور "ی" ایک ساتھ آجائیں تو ان پر ہمزہ لگایا جاتا ہے۔

۵۱۔ ہم صوت حروف:

ایسے حروف جن کی آواز تو ایک جیسی ہوتی ہے مگر ان کا املا ایک جیسا نہیں ہوتا، مثلاً ت۔ ط۔ س۔ ث۔ ص وغیرہ۔

اُردو صوت پر دوسری زبانوں کے اثرات اور اردو کا صوتی طریقۂ تدریس

قطع نظر اس کے کہ اردو زبان کی ابتداء کہاں سے ہوئی، اردو لفظ کس سے نکلا۔ کن کن ناموں سے پکارا گیا وغیرہ وغیرہ اردو صوت پر مختلف زبانوں نے اپنے اثرات مرتب کیے۔ اگر تحقیقی

جائزہ لیا جائے تو اردو کا نظامِ صوت بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں بہت سی دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہیں جن میں عربی، انگریزی، ترکی، فارسی کے علاوہ مقامی بولیوں کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ ہندوستان میں ایک عرصے تک فارسی زبان کا رعب و دبدبہ رہا۔ اس زبان کو سیکھنے والوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج جہاں اردو میں فارسی زبان کے الفاظ کی ایک کثیر تعداد موجود ہے وہاں اردو زبان فارسی کے صوتی نظام اور صرف و نحو سے بھی متاثر نظر آتی ہے۔

اس بات میں قطعی شک نہیں کہ اردو زبان اپنا انفرادی صوتی نظام رکھتی ہے۔ یہ زبان بین الاقوامی مزاج کی حامل ہے۔ جہاں تک اردو پر دوسری زبانوں کے صوت کا تعلق ہے تو الفاظ کے ارتباط اور اختلاف کا یہ ہرگز معانی نہیں کہ یہ اپنے صوتی نظام کے سلسلے میں دوسری زبانوں سے مرعوب ہے۔ الفاظ کی بناوٹ، ساخت اور ادائیگی میں اپنا انفرادی مقام رکھنے والی اردو زبان بین الاقوامی سطح کے صوتی اصولوں کی حامل ہو چکی ہے۔

اردو اصوات پر عربی، فارسی کے اثرات

بلاشبہ اردو ہند آریائی زبان ہے۔ اس نے باقی زبانوں ترکی، انگریزی، ہندی اور سنسکرت کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبان کے اثرات بھی قبول کیے ہیں۔ انہی اثرات کی وجہ سے مخلوط زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ چوں کہ اس زبان پر مختلف زبانوں کے اثرات ہیں، اس وجہ سے یہ مختلف قوموں کی مشترکہ تہذیب کی علامت ہے۔

اگر تاریخی حوالوں سے دیکھا جائے تو اردو سنسکرت کی ترقی یافتہ شکل اپ بھرنش پر پڑنے والے اثرات کے نتیجہ میں وجود میں آئی۔ یہ اثرات عرب، فارس اور ترک وغیرہ کے باہمی میل جول سے مرتب ہوئی۔ اس طرح اردو نے عربی اور فارسی زبان کے نہ صرف صوتی بلکہ صرفی و نحوی اثرات کو بھی وسیع پیمانے پر قبول کیا۔ ہمارا ہدف ان زبانوں کے صوتی اثرات کا جائزہ لینا ہے۔

اردو حروف تہجی میں کافی حرف خالص عربی اور فارسی ہیں جن میں خ۔ز۔ف۔ق۔غ۔ ان کے علاوہ "ژ" خالص فارسی زبان سے ماخوذ ہے۔ اور یہ اردو زبان کا مستقل حصہ بن چکی ہے۔ اردو

صوت یات میں استعمال ہونے والی معکوسی آوازیں ٹ،ڈ،ڑ خالص دراوڑی ہیں۔ اردو رسم الخط بھی عربی و فارسی سے مستعار لیا گیا ہے۔ اردو کے صوتی نظام کو فارسی اور عربی کے صوتی نظام کے تحت ڈھالا گیا ہے۔ اردو صوتی نظام پر عربی فارسی کے اثرات کو درج ذیل پہلوؤں کے تحت دیکھا جا سکتا ہے:

1۔ عربی اور فارسی کے ذریعے کچھ خالص آوازیں جو خاص ان دو زبانوں سے مستعار لی گئیں، ان میں (خ۔ز۔ف۔ق اور غ) ہیں۔ یہ آوازیں انہی دو زبانوں سے براہِ راست لی گئی ہیں۔

2۔ "ژ" خالص فارسی آواز ہے۔ جو اردو کے صوتی نظام کا حصہ بنی۔

3۔ معکوسی آوازیں (ٹ۔ڈ۔ اور ڑ) وغیرہ خالص دراوڑی ہیں۔ جو اردو میں مستعمل ہوئیں۔

4۔ ہاکاری آوازیں خالص دیسی آوازیں ہیں جو اردو زبان میں مستعمل ہیں۔

صوتی طریقہ تدریس

آج اگر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی زبانوں کے نصاب اور قومی زبان کے طریقۂ تدریس پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان سب کا ابتدائی مرحلہ زبان سکھانے کا یہ ہے کہ وہاں بچے کو سب سے پہلے مختلف طریقوں سے حروف کی شناخت کرائی جاتی ہے۔ پھر ان کے بولنے میں مختلف اصول سکھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ویڈیو کی شکل میں ادائیگی کا انداز سکھایا جاتا ہے کہ کس حرف کو کس طرح ادا کرنا ہے۔ پھر ہر حرف کی علیحدہ شناخت کرائی جاتی ہے۔ حروف کی گروپ بندی کی جاتی ہے۔ حروف صحیح اور حروفِ علت کی جان کاری سکھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد جڑواں حروف اور ان کی ادائیگی کا مرحلہ آتا ہے۔ اس طرح ابتداء ہی سے بچے کو نہ صرف حرف و لفظ سے آشنائی ہوتی ہے بل کہ صوت شناسی کا بھی مرحلہ اس کے ساتھ ہی مکمل کر لیا جاتا ہے۔

اس طرح مختلف آواز کے الفاظ کی گروہ بندی کی جاتی ہے۔ ان الفاظ میں پھر حروفِ صحیح اور حروفِ علت یعنی مصوتے اور مصمتے کی نشان دہی کر کے بچوں سے مختلف سوالات پوچھے جاتے

ہیں۔اس طرح مختلف مصوتوں سے بننے والے الفاظ کو علیحدہ اور مصموتوں سے بننے والے حرف کی علیحدہ درجہ بندی کی جاتی ہے۔ تاکہ بچے اس سطح پر ہی مکمل عبور حاصل کر سکیں۔

اس مرحلے کے بعد گروہی شکل میں بچوں کو ان کی سطح کا تحقیقی کام سونپا جاتا ہے۔سب سے پہلے ان کو مختلف الفاظ ایک پرچے پر لکھ کر دیے جاتے ہیں اور وہ گروہ کی شکل میں مشاورت کے بعد ان کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس کے بعد نشان زدہ الفاظ کی وہ گروہی شکل میں فرداً فرداً توضیح پیش کرتے ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں تو یہ کام بہت آسان ہو چکا ہے۔ مختلف زبانوں کے صوتی نظام کی ویڈیوز بنا کر زبان شناسی کے ابتدائی طالب علم کو دکھائی جاتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ رہنمائی کے لیے ماہر صوت شناسی اور ایک قاعدہ دیا جاتا ہے۔ جس سے وہ مزید رہنمائی حاصل کر کے اس ابتدائی سطح پر ہی صوتی نظام سے آگہی حاصل کر لیتا ہے۔اور اس طرح اسے زبان کے صوت پر ابتداء ہی سے مکمل عبور حاصل ہو جاتا ہے۔

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ ہماری قومی زبان کے لیے نہیں کیا جا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس چھوٹے سے ملک میں اردو زبان ہر علاقے میں اپنا خاص لہجہ رکھتی ہے۔ ہر صوبے میں اردو بولنے والوں کا اپنا ایک مخصوص لہجہ ہے۔ الفاظ کی ادائیگی اور اس کے صوتی نظام کا قطعی خیال نہیں رکھا جاتا۔ ہمارے ہاں شاید اردو کا مقصد صرف اپنے خیالات دوسرے تک منتقل کرنا ہے۔ لیکن اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ اردو ہماری قومی و مادری زبان ہے اس کا اسی طرح خیال رکھنا ضروری ہے جس طرح ہم اپنے جسم اور تہذیب کا خیال رکھتے ہیں۔

ایک اور مسئلہ جو شدید حد تک خطرناک ثابت ہو رہا ہے وہ ہمارے مختلف اداروں کی بھرمار ہے۔ جس کا جو جی چاہے کرتا پھرے۔ سکول کھول کر اپنے من کا نصاب متعارف کروانا ہمارا وطیرہ بن چکا ہے۔ سرکاری سطح پر کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں ہے۔نہ ہی کوئی مناسب نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری زبان ذاتی طور پر بہت سے خوب صورت الفاظ کو کھو چکی ہے۔ اور اس میں

مختلف زبانوں اور بالخصوص انگریزی الفاظ کی بھرمار ہے۔شاید ہی پاکستان میں اردو بولنے والا ایسا ہو جو انگریزی الفاظ کا کم ترین استعمال کرے۔ورنہ ہماری زبان میں انگریزی کے الفاظ مسلسل جگہ لیتے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالت رہی اور اس کا مناسب سدِّباب نہ کیا گیا تو ہماری اس قومی زبان کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔لہٰذا اس سلسلے میں حکومتی سطح پر منصوبہ بندی کرنا از حد ضروری ہے۔

باقی جہاں تک اردو کے صوتی نظام کا تعلق ہے تو اگر اس سلسلے میں بھی علمائے سخن محنت وکوشش کریں تو یہ بہتر ہو سکتا ہے۔ اردو ہماری قومی زبان ہے لیکن اس کی صوتیات پر پاکستان میں کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ اردو کے طریقۂ تدریس پر مختلف علمائے اردو نے کتب لکھ ڈالیں لیکن اس کے صوتی طریقۂ تدریس پر آج تک کسی نے خامہ فرسائی کرنے کی تکلیف ہی نہیں کی اور نہ ہی اس کے اصول مرتب کیے گئے۔ میری دانست کے مطابق کسی یونی ورسٹی میں آج تک کوئی ایسا تحقیقی کام کیا ہی نہیں گیا۔نہ ہی اہل زبان نے شاید آج تک اس طرف کسی کی توجہ مبزول کرائی ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ اردو کے صوتی نظام یا صوت شناسی پر مختلف ناموں سے مختلف کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان تمام کتب کا مطالعہ کر لیں بس ایک ہی لکیر کو پیٹا جا رہا ہے ہم آج تک مصوتوں اور مصموتوں کی بحث سے باہر ہی نہیں نکل پائے۔جو کتاب صوت شناسی سے متصل موضوع پر اُٹھا کر دیکھی، لیکن ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں اس سلسلے میں بہت کچھ کام ہو چکا ہے۔اس سلسلے میں وہاں نہ صرف ہندی بلکہ اردو کے صوتی نظام پر بہت سی کتب لکھی جا چکی ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند،ڈاکٹر گوپی چند اور ان جیسے اردو دانوں نے بہت کام کیا ہے۔

اعضائے تکلم

اعضائے تکلم وہ تمام اعضاء ہیں جن سے جو آواز کے پیدا کرنے میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔ اعضائے تکلم کو عضویاتِ صوت یا اعضائے نطق بھی کہا جاتا ہے۔ پھیپھڑوں سے لے کر ہونٹوں تک انسانی جسم کے مختلف اعضاء ہیں جو ہوا کی رکاوٹ یا رگڑ کے ذریعے آواز پیدا کرنے میں

اہم کردار ادا کرتے ہیں، ان اعضاء کے بغیر آواز پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کو غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

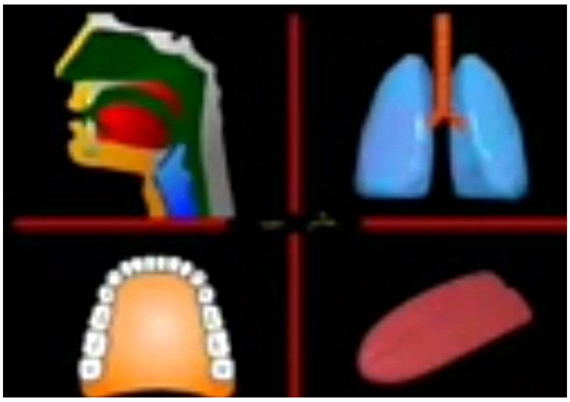

علمائے صوتیات نے ان اعضاء کے بارے میں مختلف انداز سے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر اقتدار حسین نے ان کی تعداد پندرہ بتائی ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ہونٹ ۲۔ مسوڑھے ۳۔ بانسہ ۴۔ انفی جوف ۵۔ سخت تالو

۶۔ نرم تالو ۷۔ لہات (کوا) ۸۔ حلقوم ۹۔ زبان ۱۰۔ دانت

۱۱۔ حلق پوش ۱۲۔ غذا کی نالی ۱۳۔ حنجرہ ۱۴۔ صوت تانت ۱۵۔ سانس کی نالی۔[۴۴]

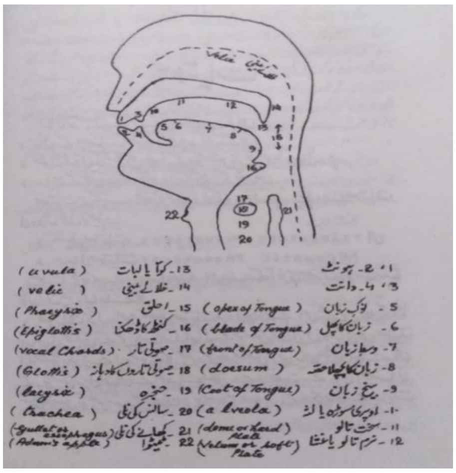

ڈاکٹر اقتدار حسین صاحب نے اعضائے تکلم کی تعداد پندرہ بتائی ہے۔ انہوں نے باقی ماہرینِ صوتیات کی بہ نسبت کچھ اعضاء کو ان اعضاء میں شامل کیا ہے۔ جن میں نرم لہات، غذا کی نالی وغیرہ شامل ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس 'شمشاد زیدی'' نے اعضائے صوت کی تعداد نو بتائی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

"۱۔ بالائی لب ۲۔ نچلا لب ۳۔ بالائی دندان

۴۔ نچلے دندان ۵۔ زبان ۶۔ تالو

۷۔ لہات ۹۔ حلقوم۔"۴۵؎

شمشاد زیدی اردو صوتیات کا ایک معتبر نام ہے۔ انہوں نے اعضائے تکلم کی تعداد سب سے کم بتائی ہے۔ انہوں نے جو اعضاء بتائے ہیں باقی ماہرین نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے انہیں تسلیم کیا ہے۔

خلیل صدیقی نے ان اعضاء کی تعداد تیرہ لکھی ہے:

"۱۔ ہونٹ ۲۔ دانت ۳۔ اوپری مسوڑے

۴۔ سخت تالو ۵۔ نرم تالو ۶۔ لہات

۷۔ لسانی پھل (بلیڈ) ۸۔ زبان کا اگلا حصہ ۹۔ زبان کی جڑ

۱۰۔ حلقوم ۱۱۔ لسانی المزمار ۱۲۔ صوتی لب

۱۳۔ نوکِ زبان۔"۴۶؎

خلیل صدیقی نے لسانی المزمار اور نوکِ زبان کو اعضائے صوت کا حصہ مانا ہے۔ انہوں نے ان اعضاء کی تعداد تیرہ بتائی ہے۔ ماہر لسانیات و صوتیات ڈاکٹر گیان چند نے ان تمام اعضاء کو تفصیلاً بیان کیا ہے، انہوں نے ان اعضاء کی تعداد بائیس لکھی ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

"۱۔ نچلا ہونٹ ۲۔ اوپری ہونٹ ۳۔ نچلے دانت

۴۔ اوپری دانت ۵۔ نوک زبان ۶۔ زبان کا پھل

۷۔ وسط زبان ۸۔ زبان کا پچھلا حصہ ۹۔ بیخ زبان

۱۰۔ اوپری مسوڑہ ۱۱۔ سخت تالو ۱۲۔ نرم تالو

۱۳۔ کوا یا لہات ۱۴۔ خلائے بینی ۱۵۔ حلق

۱۶۔ کنٹھ کا ڈھکنا ۱۷۔ صوتی تار ۱۸۔ صوتی تاروں کا دہانہ

۱۹۔ حنجرہ ۲۰۔ سانس کی نالی ۲۱۔ کھانے کی نالی

۲۲۔ ٹیٹوا۔"۴۷؎

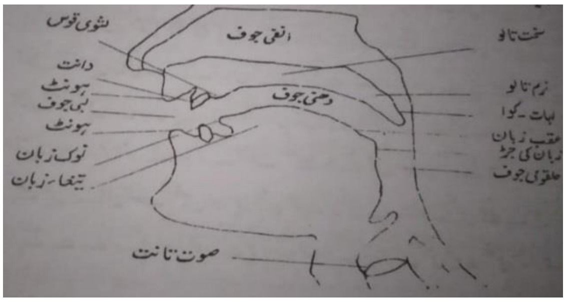

ڈاکٹر گیان چند نے اعضائے صوت کو تفصیلی بیان کیا ہے۔انہوں نے بہت سے ایسے اعضاء جو باقی ماہرینِ لسانیات کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتے انہیں بھی اس میں شامل کیا ہے۔

اس بابت ڈاکٹر محبوب عالم نے لکھا ہے کہ اعضائے نطق کی کل تعداد بیس ہے۔انہوں نے خوب صورت تصاویر کے ساتھ ہر عضو کی تفصیل بھی بیان کہ ہے،اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

”۱۔انفی کوزہ	۲۔حنکی محراب	۳۔غشائی محراب
۴۔نتھنا	۵۔دندان (بالائی)	۶۔لب (بالائی)
۷۔انفی جوف	۸۔نوکِ زبان	۹۔لب (زیریں)
۱۰۔دندان (زیریں)	۱۱۔وسطِ زبان	۱۲۔لثہ
۱۳۔پشت زبان	۱۴۔لہات	۱۵۔حلقوم
۱۶۔حلق پوش	۱۷۔حنجرہ	۱۸۔نرخرہ

۱۹۔صوتی پردے۔“ ۴۸

درج بالا بحث یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ صوتیات میں اعضائے تکلم کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ہر ایک نے اپنے انداز اور تحقیق کی بدولت ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

آواز کیسے نکلتی ہے؟

ہوا جب پھیپھڑوں سے نکلتی ہے تو منہ تک مختلف اعضاء سے رگڑ کھاتی ہوئی آواز پیدا کرتی ہے۔بلاشبہ پھیپھڑوں سے ہونٹوں تک تمام اعضاء بالواسطہ یا بلاواسطہ آواز کے پیدا کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔گفتگو کرنے سے قبل دماغ کسی خیال کو جنم دیتا ہے۔پھر وہی خیال الفاظ کے پیکر میں ڈھل کر اعضائے تکلم تک منتقل ہوتا ہے۔اس طرح اعضائے تکلم میں ارتعاش پیدا ہوتی

ہے۔ آواز کی ادائیگی کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جو پھیپھڑوں سے حلق اور پھر حلق سے منہ یا ناک کے راستے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اس دوران اگر ہوا کو روکا جائے یا ہوا رگڑ کھائے یا ہوا کے راستوں کو گھٹایا یا بڑھایا جائے تو اس عمل سے مختلف قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں، یہ آوازیں ایک خاص نظام کے تحت پیدا ہوتی اور کام کرتی ہیں۔

ہوا جب پھیپھڑوں سے نکلتی ہے تو یہ ہوا کی نالی میں داخل ہوتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آواز اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہوا پھیپھڑوں سے باہر نکلتی ہے۔ نہ کہ پھیپھڑوں میں داخل ہوتے وقت۔ سانس کی نالی کے آخر پر ایک بکس نما عضو ہوتا ہے جسے حنجرہ کہتے ہیں۔ جو ہوا پھیپھڑوں میں آتی ہے یا یہاں سے باہر جاتی ہے وہ حنجرہ سے گزر کر باہر جاتی ہے۔ حنجرہ میں دو تانت ہوتے ہیں جنہیں صوت تانت کہا جاتا ہے۔ صوت تانت دراصل دو پردے ہیں جن کی مدد سے ہوا کو باہر نکالنے یا داخل کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ جو آوازیں حنجرہ سے نکلتی ہیں ان تمام آوازوں کو حنجری آوازیں کہا جاتا ہے۔ جب صوت تانت بند ہو جاتے ہیں تو یہاں آواز پیدا ہوتی ہے۔ صوت تانت کو صوت لب بھی کہہ سکتے ہیں۔ صوت تانت آواز کو پیدا کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تمام مسموع اور غیر مسموع آوازیں صوت تانت کی مدد سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب حلق کھلتا ہے تو صوتی تانت علاحدہ علاحدہ رہتے ہیں۔ اصل صوت تانت کے ساتھ دو مصنوعی صوت تانت بھی ہوتے ہیں آواز نکلتے وقت اگر صوت تانت کپکپائیں تو مسموع آواز نکلتی ہے۔ جب کہ صوت تانت بغیر کپکپائے کوئی آواز نکالیں تو ان آوازوں کو غیر مسموع کہا جاتا ہے۔

فوق حلقی اعضائے صوت

حلق سے اوپر کے تمام اعضائے صوت کو فوق حلقی اعضائے صوت کہا جاتا ہے۔ یہاں سے ہوا کے خارج ہونے کے لیے دو راستے ہوتے ہیں اور ان دونوں راستوں کے موجود اعضاء آواز کے پیدا کرنے میں اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں۔ حلق سے اوپر سب سے پہلے حلقوم آتا ہے۔ جو کہ ایک جوف ہے۔ حلقوم وہ حصہ ہے جو حنجرہ کے اوپر ہے اور یہ انفی جوف سے متصل ہے۔ اس کا کام ہوا

میں ارتعاش پیدا کرنا ہے۔ حلقوم کی مدد سے حلق سے آنے والی ہوا میں ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔ حلقوم سے دو راستے جُڑے ہوتے ہیں جو راستہ منہ کی طرف کھلتا ہے اسے دہنی جوف اور جو راستہ ناک کی طرف کھلتا ہے اسے انفی جوف کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کے اعضاء کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ انفی جوف:

جو ہوا ناک کے راستے سے گزرتی ہے تو وہاں پر موجود اعضاء مختلف طریقوں سے آواز پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں وہ اعضاء یہ ہیں:

۱۔ انفی جوف　　۲۔ انفی حلقوم　　۳۔ نرم تالو (اوپری)

۴۔ نرم تالو (نچلا)　　۵۔ دہنی حلقوم

۲۔ دہنی جوف:

دہنی جوف وہ حصہ ہے جو حلقوم سے ہوا کو منہ کے راستے سے نکلنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہاں پر موجود تمام تر اعضاء آواز پیدا کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ان اعضاء کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ لثوی قوس　　۲۔ لہات کوا　　۳۔ عقب زبان

۴۔ زبان کی جڑ　　۵۔ حلقومی جوف　　۶۔ تیغا زبان

۷۔ نوکِ زبان　　۸۔ لبی جوف　　۹۔ ہونٹ

۱۰۔ دانت

الغرض اعضائے صوت مختلف انداز سے آواز کے پیدا کرنے میں معجزاتی صلاحیت کے مالک ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان اعضاء کو کمال نظم عطا فرمایا ہے۔ صوتیات میں صرف وہ انسانی آوازیں شامل کی جاتی ہیں جو اعضائے صوت کے ذریعے اپنا مدعا بیان کرنے میں اہمیت کی حامل ہوں۔

بلاشبہ انسان کے منہ سے ممکنہ تمام موٹی آوازیں دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر "س" یہ آواز دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں شامل ہے۔ لیکن کچھ آوازیں ایسی ہیں جو دنیا کے

کسی خطے میں بولی جاتی ہیں جن میں ت، پ، ر، ح اور خ کی آوازیں شامل ہیں لیکن اس سلسلے میں زبانوں کے خاندانوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ پھر ایک خاندان کی زبانوں میں مشترک حروف اور آوازوں کا مطالعہ یا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ آواز کی ادائیگی کے سلسلے میں پروفیسر سید محمد سلیم یوں لکھتے ہیں:

"ہر حرف کسی نہ کسی آواز کی نمائندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تحریر کی ابتداء بتدریج ہوئی۔ پہلے انسان نے تفریح کے طور پر تصویریں بنانا شروع کی اور اس کے ذریعہ مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی۔ خاکہ نگاری سے بات نقوش تک جا پہنچی۔ اس سے مزید ترقی کر کے انسان کے حلق سے نکلنے والی آوازوں کے لیے نقوش مقرر کر لیے۔"۴۹

ان اعضائے تکلم سے لا تعداد آوازیں نکل سکتی ہیں۔ یہ خدائے بزرگ و برتر کی عطا کردہ ایک بے مثال صلاحیت ہے کہ انسان ان اعضاء سے بے شمار آوازیں نکالنے کی مہارت رکھتا ہے لیکن اردو میں جن آواز کو زیر مطالعہ لایا جاتا ہے ان کی تعداد تقریباً چھیاسٹھ ہے۔ اس ضمن میں خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"اردو کے صوتی نظام میں ان گنت آوازیں ہیں لیکن جن آوازوں کا با آسانی ترجمہ ممکن ہے ان کی تعداد چھیاسٹھ (۶۶) ہے۔ اس تعداد میں وہ آوازیں بھی شامل ہیں جو لسانی ماحول سے متاثر ہو کر اپنے میں لائی ہوئی اہم تبدیلیوں کی بناء پر پہچانی گئی ہیں۔"۵۰

اب ہم اعضائے صوت کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں اور ان کی کارکردگی پر نظر ڈالتے ہیں۔

حروف و کلمات کی ادائیگی انسان کے اعضائے تکلم سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ اعضاء درج ذیل ہیں

۱۔ پھیپھڑے:

یہ دراصل دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کی شکل لوبیا کی طرح ہوتی ہے۔ یہ سینے کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ دراصل یہ سانس لینے کا عمل سرانجام دیتے ہیں۔ یہ ہوا کا ذخیرہ ہوتے ہیں۔

سانس لینے کے عمل کے دوران ہوا پھیپھڑوں کے اندر جاتی ہے اور سانس خارج ہوتے ہوئے یہ ہوا باہر نکل جاتی ہے۔ اس عمل کو تنفس کہا جاتا ہے۔ ہوا کے خارج ہوتے وقت الفاظ کی ادائیگی عمل میں آتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہو گا کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل ترین عنصر ہوا ہے جو اعضائے تکلم سے گزرتے وقت آواز کی لہروں کو ایجاد کرتا ہے۔

حلقوم یا نرخرہ:

حلقوم یا نرخرہ آواز کے پیدا کرنے میں پیچیدہ ترین عضو ہے۔ نرخرے کے اندر آواز کے تار موجود ہوتے ہیں جب ہوا یہاں سے گزرتی ہے تو تاروں میں ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔ آواز کے یہ تار دراصل

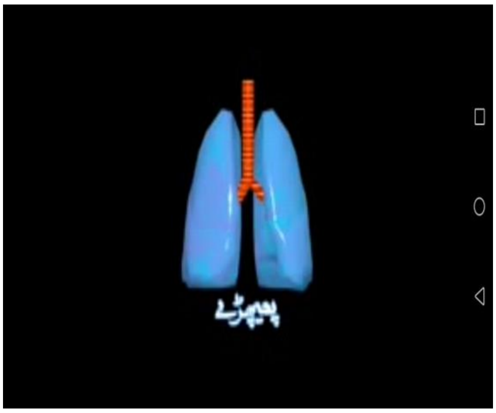

دو عضلاتی پردے ہیں۔ یہ بہت نازک اور باریک مگر کشادہ اور افقی صورت میں نرخرے کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ اس تصویر میں موجود آواز کے تاروں کا اچھی طرح مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ آواز کے تار کا کام یہ ہے کہ یہ الفاظ کی ادائیگی کے وقت مسلسل کھلتے اور بند ہوتے ہیں یا دوسری صورت میں جب ہوا پھیپھڑوں سے خارج ہوتی ہے تو نرخرے سے گزرتے وقت ان تاروں کو ارتعاش میں لاتی ہے۔ جس کی وجہ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

حلق: یہ وہ خالی فضاء ہے جس کا نچلا حصہ نرخرے سے شروع ہوتا ہے اور اوپری حصہ حلق کے کوے تک چلا جاتا ہے۔ حلق بہت سی آوازوں کے پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

حلق پوش: یہ زبان کی شکل کا ایک چھوٹا سا والو (Valve) ہے جو حنجرے کے اوپر واقع ہوتا ہے۔ یہ چیزوں کو نکلنے سے روکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حلق پوش کسی تکلمی آواز کو ادا کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا۔

زبان:

یہ گوشت کا ایک نرم عضو ہے جس میں حرکت اور ارتعاش کی معجزانہ صلاحیت موجود ہے۔ الفاظ کی ادائیگی، اتار چڑھاؤ اور تلفظ میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

زبان کے مختلف حصے

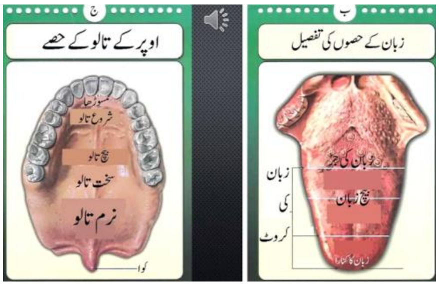

زبان کا کونہ:

اسے عربی میں " طرف اللسان " کہتے ہیں۔ زبان کا یہ حصہ مختلف قسم کی حرکتوں کے ذریعے الفاظ کی ادائیگی کا سبب بنتا ہے۔

زبان کا درمیانی حصہ:

اسے عربی میں "وسط اللسان" کہتے ہیں۔ یہ حلق میں سخت تالو کو چھوتا ہے۔

زبان کا پچھلا حصہ:

یہ زبان کا سب سے پچھلا حصہ ہے۔ یہ حصہ نرم تالو کو چھوتا ہے۔ اس حصے کا آواز نکالنے میں اہم کردار ہے۔ یہ حصہ ہوا کو روکنے اور راستہ دینے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

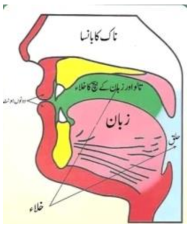

لب:

ہونٹ الفاظ کی ادائیگی میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہونٹوں کی مختلف حرکات کے ذریعے بعض الفاظ ادا ہوتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ الفاظ کو منظم اور لطیف کرنے میں بھی ہونٹوں کا اہم کردار ہے۔ ہونٹ ایک دوسرے سے چپک کر ہوا کو روکنے میں مدد فراہم کرتے ہیں اس کے علاوہ یہ ہوا کو

رگڑ کے باہر نکالنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مل کر گول ہوسکتے ہیں اور پھیل بھی جاتے ہیں۔

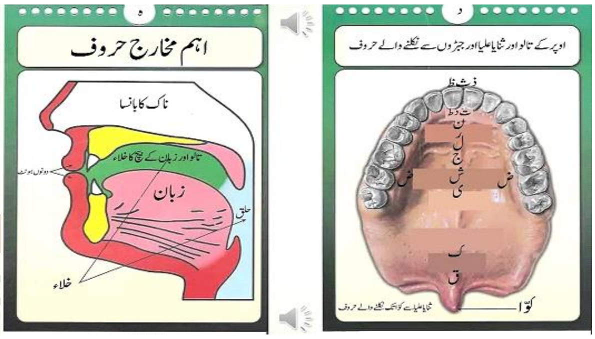

خیشوم:

ناک کے اوپر سانس کی نالی کو خیشوم کہتے ہیں۔ خیشوم کا ایک حصہ ناک کے سوراخ سے شروع ہوتا ہے اس کا دوسرا حصہ حلق سے ملتا ہے۔ ہوا خیشوم سے گزرتی ہے۔ یہاں سے ہوا کا گزرنا آواز کے پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

دانت:

کچھ آوازیں ایسی ہیں جن کی ادائیگی دانتوں کی مدد سے ممکن ہے۔ دانتوں کی حرکت سے آواز میں رکاوٹ وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ جس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ اکثر آوازیں جو دانتوں سے متصل ہیں وہ نچلے ہونٹ اور اوپری دانتوں کی مدد سے نکالی جاتی ہیں۔

درج بالا اعضائے صوت کے علاوہ بہت سے اعضا ایسے ہیں جو آواز کے نکلنے میں مدد دیتے ہیں۔

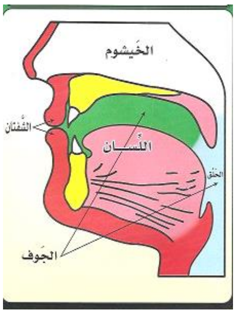

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اردو مصوتوں کا نظام

۱۔ اردو مصوتوں کا مختصر تعارف

۲۔ اردو مصوتوں کا نظام

۳۔ اساسی مصوتے

۴۔ دوہرے اور نیم مصوتے

۵۔ مصوتوں کی مختلف اقسام اور ان کی مختص علامات

اردو مصوتوں کا نظام

کلام یا گفت گو کرتے ہوئے ایسی آوازیں جن کی ادائیگی میں منہ کے اندر کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالی جاتی، ان بغیر رگڑ یا رکاوٹ کے پیدا ہونے والی آوازوں کو مصوتے کہا جاتا ہے۔ بقول گوپی چند نارنگ:

"وہ آوازیں جنھیں پیدا کرنے کے لیے ہوا کے گزرنے کا راستہ نسبتاً کُھلا چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن زبان اور ہونٹوں کی مختلف حرکات سے منہ کے اندرونی حصے کی شکل میں تغیر و تبدل کیا جاتا ہے۔ اس طرح پیدا ہونے والی آوازوں کو مصوتے کہا جاتا ہے۔" ۵۱؎

مصوتے کو انگریزی زبان میں Vowels اور عربی زبان میں حروفِ علت کہا جاتا ہے۔ مصوتے کو اردو زبان میں سُر بھی کہتے ہیں۔

مصوتوں کی ادائیگی کے دوران زبان کی تین طرح کی حرکت ہوتی ہے:

۱۔ زبان کی نوک جب تالو کے سخت حصے کی طرف اٹھے اس طرح نکلنے والے مصوتے اگلے (Front) مصوتے کہلاتے ہیں۔

۲۔ جب زبان کا درمیانی حصہ اوپر تالو کی طرف اٹھے تو اس وقت پیدا ہونے والے مصوتوں کو مرکزی (Central) یا درمیانے مصوتے کہا جاتا ہے۔

۳۔ جب زبان کی جڑ یا پچھلا حصہ اوپر نرم تالو کی طرف اٹھے تو اس وقت پیدا ہونے والے مصوتے پچھے (Back) مصوتے کہلاتے ہیں۔

ان تین طریقوں سے پیدا ہونے والے مصوتوں کو ماہرین لسانیات نے مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ انگریزی زبان میں مصوتوں کی تعداد پانچ ہے۔ (a.e.i.o.u) انگریزی کے ان مصوتوں کو ماہر لسانیات نے مزید ذیلی مصوتوں میں تقسیم کیا ہے۔ اردو میں مصوتوں کی تعداد مختلف ماہرین لسانیات نے مختلف لکھی ہے۔ بقول ڈاکٹر محبوب عالم خان:

"اردو کے دس اساسی مصوتوں کی نشان دہی ان بنیادی مصوتوں کے چوکھٹے میں زبان کی بلندی، جبڑوں کے فاصلے اور لبوں کی شکل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔"۵۲

یہ بات تو واضح ہے کہ مصوتوں کی ادائیگی کے وقت ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے خارج ہوتی ہے۔ لیکن یہ مصوتے زبان کی بلندی اور پستی کے سبب آواز بدلتے ہیں اور اس طرح مفہوم بدل جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ محمد عالم عدیل نے تیرہ مصوتوں کی فہرست لکھی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔واو ٔمعروف	u:	2۔پیش معروف	u
3۔واو ٔمجہول	o:	4۔واؤ لین	ə
5۔پیش مجہول	o	6۔الف ممدودہ	a
7۔زبر معروف	ə	8۔یائے معروف	i:
9۔زیر معروف	i	10۔یائے مجہول	:e
11۔زیر مجہول	e	12۔یائے لین	E:
13۔زبر مجہول	53E		

درج بالا مصوتے انگریزی زبان سے مستعار لے کر اردو میں شامل کیے گئے ہیں ان کی علامات انگریزی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ یہ مصوتے بعینہٖ انگریزی زبان میں بھی مستعمل ہیں۔ اردو مصوتے در اصل وہ حرکات ہیں جو معروف اور مجہول صورت میں استعمال ہوتی ہیں۔54

ایک اردو مصوتوں کی تعداد چودہ بتائی ہے جس کو"ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب "عام لسانیات" میں مثلث کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

چوں کہ مصوتوں کی ادائیگی زبان کے تین حصوں سے ہوتی ہے جنہیں بالترتیب اگلا مصوتہ، مرکزی مصوتہ اور پچھلا مصوتہ کہا جاتا ہے۔ ان مصوتوں میں کون سے مصوتے اگلے ہیں، کون سے درمیانی اور کون سے پچھلے مصوتے ہیں ان کی تفصیل ڈاکٹر گیان چند نے یوں دی ہے:

"پچھلے مدور	مرکزی مدور	اگلے کشیدہ	

اَو u:		اِی i:	اونچے High
اُ u		اِ	نچلے اونچے Lower High
اُو o:		اِے e:	اوپری درمیانے Higher Mid
اُ o		خفیف e اِے	اوسط درمیانی Mean Mid
اَو ə		اَے E:	نچلے درمیانی Lower Mid
خفیف اَو ə	اَ o	اَے E خفیف	اوپری نچلے Higher Low
کشیدہ اَ a			نچلے"55

ان مصوتوں کی ادائیگی کچھ اس طرح ہے اِن میں کچھ طویل مصوتے ہیں اور کچھ خفیف، دراصل ایک ہی مصوتے کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ طویل مصوتہ اور خفیف مصوتہ۔

خفیف مصوتہ:

وہ مصوتے مختصر یا خفیف ادا ہوں گے جن کے آگے کولن[:] نہیں لگائے گئے۔

طویل مصوتے:

جن مصوتوں کے آگے کولن(:) لگائے گئے ہیں وہ طویل مصوتے کے طور پر ادا ہوں گے۔

یہاں پر یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ ایسے مصوتے جن کو ادا کرتے وقت ہونٹوں کو گول کیا جائے تو وہ مدور مصوتے کہلائیں گے۔

اردو میں مصوتوں کی انفیت

کسی مصوتے کو ادا کرتے وقت اگر ہوا ناک کی نالی سے نکالی جائے تو وہ انفیت کا عمل کہلاتا ہے۔ انہیں انفی مصوتے کہا جاتا ہے۔ اردو کے چند مصوتوں کے علاوہ تمام مصوتوں میں انفیت موجود ہے۔ جن

میں انفیت نہیں ان میں (ا) (اَ) اور (اُ) ہیں۔ اس کے علاوہ خفیف (اے) اور (او) بھی شامل ہیں۔ جن مصوتوں میں انفیت موجود ہے ان کی فہرست ذیل میں دی گئی ہے۔

نمبر شمار	انفی مصوتہ	مثال
۱	اِیں	ایندھن
۲	اِں	انسان
۳	ایں	اینڈوا
۴	اَیں	اَینٹھ
۵	اَں	اندھیرا
۶	اُوں	اونچا
۷	اُں	انڈیل
۸	اُوں	اوندھا
۹	اَوں	اونٹ
۱۰	آں	آنچ

درج بالا فہرست سے ہم استنباط کر سکتے ہیں کہ اردو میں انفی مصوتوں کی تعداد دس ہے۔

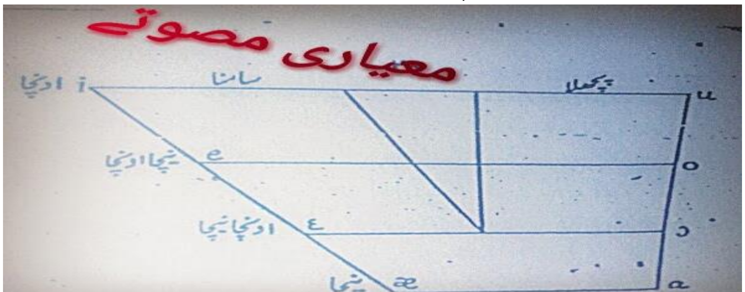

اردو کے معیاری مصوتوں کی درجہ بندی

ماہرینِ صوتیات نے اردو اور انگریزی کے مصوتوں کی درجہ بندی کی ہے۔ ان میں کسی نے نزدیک آٹھ مصوتے ہیں تو کسی کے دس مصوتے لکھے ہیں۔ ان مصوتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

اردو کا پہلا مصوتہ (i):

زبان کا متحرک حصہ: سامنے کا زبان کا بلند ترین حصہ: اگلے حصے کا وسط حصہ

ہونٹوں کا انداز: غیر مدور (پھیلے ہوئے)

جبڑوں کا وسطی حصہ: تنگ

صوتی پردے مرتعش

مثالیں: نیم۔ تین وغیرہ۔

اردو کا دوسرا مصوتہ (I)

زبان کا متحرک حصہ: زیرِ بالائی

زبان کا بلند ترین حصہ: زبان کے اگلے حصے کا پچھلا حصہ

ہونٹوں کا انداز: غیر مدور (پھیلے ہوئے)

جبڑوں کا وسطی فاصلہ: درمیانہ تنگ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: یقین۔ مسکین وغیرہ۔

اردو کا تیسرا مصوتہ (e):

زبان کا متحرک حصہ: بالائی وسطی

زبان کا بلند ترین حصہ: اگلا

ہونٹوں کا انداز: درمیانہ (کم پھیلے ہوئے)

جبڑوں کا وسطی حصہ: درمیانہ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: انگریزی زبان کے الفاظ سیٹ (Set) بیڈ (Bed) وغیرہ۔

اردو کا چوتھا مصوتہ (E):

زبان کا متحرک حصہ: درمیانہ

زبان کا بلند ترین حصہ: درمیانہ پھیلا ہوا

ہونٹوں کا انداز: (غیر مدور) پھیلے ہوئے

جبڑوں کا وسطی حصہ: کشادہ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: ہے۔ نئے وغیرہ۔

اردو کا پانچواں مصوتہ (ə)

زبان کا متحرک حصہ: زیر وسطی

زبان کا بلند ترین حصہ: تمام درمیانہ حصہ

ہونٹوں کا انداز: غیر مدور (پھیلے ہوئے)

جبڑوں کا وسطی حصہ: درمیانہ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: انگریزی الفاظ کوٹ Cot۔ ہوٹ Hot وغیرہ۔

اردو کا چھٹا مصوتہ (a):

زبان کا متحرک حصہ: پچھلا

زبان کا بلند ترین مقام: پچھلے حصے کا درمیانہ حصہ

ہونٹوں کا انداز: غیر مدور

جبڑوں کا وسطی حصہ: کشادہ

صوتی پردے: انتہائی مرتعش

مثالیں: آج۔ آپ وغیرہ۔

اردو کا ساتواں مصوتہ (u:)

زبان کا متحرک حصہ: بالائی

زبان کا بلند ترین مقام: پچھلا

ہونٹوں کا انداز: غیر مدور (گول)

جبڑوں کا وسطی حصہ: تنگ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: لوٹ۔ دور وغیرہ۔

اردو کا آٹھواں مصوتہ (U:)

زبان کا متحرک حصہ: بالائی

زبان کا بلند ترین حصہ: آخری

ہونٹوں کا انداز: مدور (گول)

جبڑوں کا وسطی حصہ: درمیانہ تنگ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: نیم۔ میم وغیرہ۔

اردو کا نواں مصوتہ (o):

زبان کا متحرک حصہ: اوپری درمیانہ

زبان کا بلند ترین حصہ: آخری

ہونٹوں کا انداز: مدور (گول)

جبڑوں کا وسطی حصہ: درمیانہ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: مور۔ڈور وغیرہ۔

اردو کا دسواں مصوتہ (:ə)

زبان کا متحرک حصہ: پچھلا درمیانی

زبان کا بلند ترین حصہ: پچھلا پھیلا ہوا حصہ

ہونٹوں کا انداز: مدور

جبڑوں کا وسطی حصہ: کشادہ

صوتی پردے: مرتعش

مثالیں: رنگ۔سنگ وغیرہ۔

اردو کے دوہرے مصوتے

دوہرے مصوتوں کے لیے جڑواں مصوتوں کی بھی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔انگریزی میں دوہرے مصوتے کو(Dipthong) کہا جاتا ہے۔کچھ ماہرین صوتیات نے اسے مخلوط مصوتہ بھی کہا ہے۔ڈاکٹر گیان چند نے اس دہرے مصوتے کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

"جڑواں مصوتہ ایک Vowel Glide ہے۔یعنی اس کی ادائیگی میں اعضائے نطق ایک مصوتے کے مخرج سے روانہ ہو کر تیزی کے ساتھ دوسرے مصوتے کے مقام تک پہنچتے ہیں یعنی یہ محض دو مصوتوں کے اجتماع کے مترادف نہیں اس میں کئی شرائط ہیں:

ا۔ دونوں مصوتے ایک کوشش اور سانس کے ایک جھٹکے میں ادا ہونے چاہئیں، اس طرح کہ سننے میں گویا واحد آواز معلوم ہو۔

۲۔یہ ہمیشہ ایک صوت رُکن Syllable ہوتا ہے۔

۳۔اصولاً اس میں آواز کی گونج میں کوئی نشیب وفراز نہیں ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے پہلے اور آخری اجزاء میں سے ایک نسبتاً زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔"56

اکثر دوہرے مصوتے کا پہلا حصہ دوسرے حصے کے مقابلے میں زیادہ واضح ہوتا ہے۔ دوہرے مصوتے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یک رکنی ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہی رُکن Syllable کا حصہ ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اردو کی رُکنی ساخت باقی زبانوں کی رُکنی ساخت سے مختلف ہے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اردو میں دوہرے مصوتے یکجا ہو سکیں، دوسرے مصوتے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کو گرتا ہوا مصوتہ Falling diphthongs جب کہ دوسرے کو ابھرتا ہوا مصوتہ Rising diphthongs کہا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس انگریزی زبان میں زیادہ تر گرتے ہوئے Falling diphthongs ہوتے ہیں۔

انگریزی مصوتے

برطانوی انگریزی میں جن مصوتوں کو شامل کیا گیا ہے، ان کی تعداد بارہ ہے۔ ان تمام مصوتوں کی علامات اور صحیح تلفظ درج ذیل ہے:

1. [i:] =seat
2. [i]- sit
3. [e]=set
4. [ae]=cat
5. [a:] =task
6. [ɵ] =hot
7. [ɵ:] =horse
8. [u]=book
9. [u:] =root
10. [A] =cut
11. [ɵ]=cup

12. [a:]=seat

انگریزی کے دہرے مصوتے

انگریزی زبان میں نو(9) دوہرے مصوتے ہیں۔ جن میں چار مرکزی دوہرے مصوتے ہیں۔

مرکزی دوہرے مصوتے	دوہرے مصوتے
[əi] =boy	[au]=coud
[əə] =four	[ou]=most
[ue] =fluent	[eə]=there
[ai] =foot	[ue]=leave
	[ie]=peak

اردو میں مصوتوں اور دوہرے مصوتوں کی تقسیم

اردو میں سات مصوتے، چار دوہرے مصوتے اور تین مرکزی مصوتے ہیں۔ جن کی علامات اور مثالیں درج ذیل ہیں۔

علامات		مثالیں
[i]	=	تیس، ایمان وغیرہ
[i]	=	انسان، دنیا وغیرہ
[a]	=	آج، آس وغیرہ
[E]	=	ریل، پیل وغیرہ
[o]	=	اولا، بول وغیرہ
[U]	=	کھل، دُھل وغیرہ
[E]	=	کب، کل وغیرہ

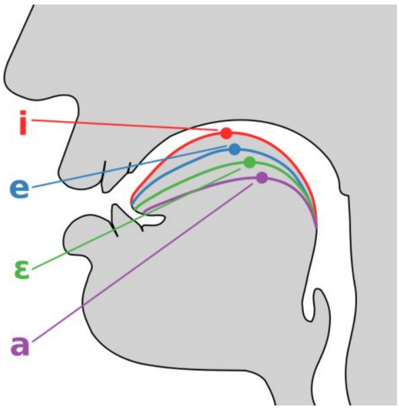

اردو کے دہرے مصوتے

علامات	مثالیں
[ai] =	اور۔ آؤ وغیرہ
[au] =	ہیں۔ پائیں وغیرہ
[ie] =	کئی۔ نئی وغیرہ
[au:]=	موت۔ فوت

اردو کے مرکزی مصوتے

علامات	مثالیں
[e] =	سے۔ لے وغیرہ
[i] =	کی۔ لی وغیرہ
[U] =	تو۔ چھو وغیرہ

اردو مصوتوں کے سلسلے میں یہ بات توجہ طلب ہے کہ خفیف آوازیں عموماً لفظ کے آخر میں نہیں آتیں۔ مثلاً خفیف [u] ۔[i] اور خفیف [e] الفاظ کے آخر میں نہیں آتے۔ علاوہ ازیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دوسری بہت سی آوازیں ہیں جو اردو میں استعمال ہوتی ہیں، مگر نقشے میں شامل نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسری آوازیں اپنی الگ حیثیت نہیں رکھتیں۔ بل کہ وہ انہی سات میں سے کسی ایک ذیلی آواز کارکن ہوتی ہیں۔ مثلاً ان الفاظ میں محترم، معظم وغیرہ میں جو [O] استعمال ہوا ہے وہ نقشے میں شامل نہیں ہے۔ اور یہ [o] کے مقابلے میں خفیف ہے۔

مصوتی تضاد

اردو مصوتے اپنی خصوصیات، استعمال اور محلِ وقوع کے اعتبار سے ایک دوسرے سے تضاد رکھتے ہیں۔ جنہیں مصوتی تضاد کہا جاتا ہے۔ انہیں زبان کے تین حصوں یعنی اگلا، درمیانی اور پچھلا۔

زبان کی اٹھان کا بالائی حصہ، وسطی حصہ اور نچلا بالائی حصہ ہونٹوں کے مدور اور غیر مدور ہونے سے پہچانے جاتے ہیں۔ مصوتوں کے اس باہمی تضاد کو ذیل میں مثالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

زبان کے اعتبار سے تضاد

الف:

اگلا: پچھلا: مثالیں

/ی/ :/اُو/ = /سیل:/ہوں/

/اَ/ :/او/ = /سَن/:/سُن/

/یے/:/او/ = /سَیل/: /مول/

/اے/:/او/ = /سیل/:/مول/

ب:

اگلا: درمیانی: مثالیں

/اے/:/ َ/ = /کھیل/:/مل/

زبان کی اٹھان کی مختلف زاویوں سے تضاد

/میل/ /بل/ /میل/ /مَیل/

/ َ/ /ذیل/ /مَل/ /مال/

/مول/ /مُلا/ /مول/ /مَول/

اردو کے مِلواں مصوتے

اردو کے ملواں مصوتوں کی تعداد دو ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

/ای/: اگلا ملواں سادہ مصوتہ: جیسے، کیسے وغیرہ

/اَو/: پچھلا ملواں مصوتہ: اولیا، مولا وغیرہ

انگریزی زبان میں کل بارہ دوہرے مصوتے ہیں جن میں چار مرکزی دوہرے مصوتے ہیں اور باقی دوسرے دوہرے مصوتے۔

انگریزی مصوتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ i:　　2۔ i

3۔ e　　4۔ eə

5۔ a:　　6۔ ə

7۔ ə　　8۔ u

9۔ u:　　10۔ a

11۔ ə　　12۔ a:

انگریزی کے برعکس اردو میں بنیادی طور پر دوہرے مصوتے دو ہیں:

(i a) اور (u a)

اس ضمن میں اقتدار حسین خان لکھتے ہیں کہ:

"دوہرے مصوتے (i a) اور (u a) ہیں۔ جو مرکزی مصوتے (a) سے (i) کی طرف اور (u) کی طرف مائل ہوتے ہیں (i a) کی مثالیں گئی۔ بھئی وغیرہ۔" 57

اردو مصوتوں میں خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اس کی خفیف آوازیں عام طور پر لفظ کے آخر میں نہیں آتیں۔ شروع یادرمیان میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ علامتی طور پر خفیف تر مصوتے کے لیے "V" کی علامت استعمال ہوتی ہے۔ جب کہ طویل تر مصوتے کی علامت "V" استعمال ہوتی ہے۔ "~" کی علامت بطورِ غنائی استعمال ہوتی ہے اور چھوٹی سی لکیر —— کسی بھی رُکن کی تقسیم کی علامت ہے۔ اِن مصوتوں کے اظہار کے لیے ڈاکٹر گیان چند نے درج ذیل مثالیں پیش کی ہیں:

"آؤ (طویل اُو کے ساتھ)　　v-v

مائی۔ کوئی (آخری مصوتہ طویل ہے)　　cv-v

لاؤں۔(آخری مصوتہ طویل ہے) cv-v

میاں۔ cv-"cv 58

جیسا کہ یہ بات پہلے واضح کی جاچکی ہے کہ اردو کے جڑواں یا دوہرے مصوتے اکٹھے آتے ہیں ان میں کوئی وقفہ نہیں پایا جاتا۔ اگر وقفہ ہو تو وہ دہرا مصوتہ نہیں بلکہ مصوتی خوشہ کہلائے گا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

"دو طویل مصوتے ملا کر جڑواں مصوتے نہیں ہو سکتے، کیوں کہ وہ الگ الگ رُکن بن جاتے ہیں۔ جب کہ جڑواں مصوتہ کا ایک جزو دوسرے کے مقابل میں دھیمار ہتا ہے، جس کی وجہ سے اسے Consonental Vowal کہا جاتا ہے، مثلاً (a) کا آخری جُزو، لیکن دوسرا جُزو بھی طویل ہو جائے (ai:) تو پھر یہ جڑواں مصوتہ نہیں رہے گا۔59"

صوت رکن

ہم زبان سے بے شمار الفاظ ادا کرتے ہیں۔ ان الفاظ کی ادائیگی اور سانس کی ہوا میں ایک خاص ربط ہوتا ہے۔ زبان سے ادائیگی کے وقت تمام تر صوتی آوازیں تنفسی گروہ کہلاتی ہیں۔ یہ آوازیں ہوا کے بہاؤ کے ساتھ ربط رکھتی ہیں، اس گروہ کو صوت رکن کہا جاتا ہے۔ کسی بھی تحریر یا تقریر کو صورت رُکن میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اکثر۔ یہ ایک لفظ ہے لیکن اس میں دو صوت ہیں۔ اک + ثر۔ اسی طرح ایک لفظ ہے "کلکتہ"۔ اب اس لفظ کو صوت رُکن کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کل۔ کت۔ تہ۔ یہ لفظ تین صوت رکن کہلائے گا۔

ایک بات یہاں واضح کرنا ضروری ہے کہ صوت رُکن کا مطالعہ مسموع آوازوں کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ مسموع (Voiced) آوازیں ایسی آوازیں ہوتی ہیں جن کو ادا کرنے میں ارتعاش یا رگڑ پیدا ہوتی ہے چوں کہ تمام مصوتے مسموع ہیں اس لیے یہ زیادہ تر گونج دار ہوتے ہیں۔ صوت رکن عام طور پر مصوتوں کے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس لفظ کے جس قدر مصوتے ہوں گے اسی قدر اس کے صوت رُکن ہوں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ صوت رُکن ایک مصوتہ ہے تو

بے جا نہ ہو گا۔ کسی بھی مصوتے کے بغیر صوت رُکن مکمل نہیں ہو تا۔ صوت رکن مختلف مصوتوں کے مطالعے میں اہمیت کا حامل ہو تا ہے۔اس سلسلے میں اقتدار حسین لکھتے ہیں کہ:

”صوتیاتی صوت رُکن وہ ٹکڑے جن میں تقسیم کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں لفظ کا تلفظ نیز اس پر بل کے اور سُر لہر کے اصول کے مطالعہ میں آسانی ہو جاتی ہے۔ بولتے وقت کچھ صوت رُکن بل دار اور کچھ بغیر بل کے ہوتے ہیں جن صوت رکن پر بَل ہو تا ہے وہ نسبتاً لمبے اور جن پر بل نہیں ہو تا وہ نسبتاً چھوٹے ہوتے ہیں۔60“

مصوتی تسلسل

جب لفظ کے آغاز، وسط یا آخر پر دو یا زیادہ مصوتے ایک ساتھ آجائیں تو انہیں مصوتی تسلسل کہا جاتا ہے۔اس حوالے سے چند مثالیں ذیل میں پیش کی گئی ہیں۔

اے + ای = تیئیس۔ پائیں۔

اَ+ای = کئی۔ بھئی

اُ+او= شعور۔ ظہور

مصوتی تسلسل کے حوالے سے شمشاد زیدی نے ایک خوبصورت چارٹ پیش کیا ہے جس سے مصوتی تسلسل کو سمجھنا بہت آسان ہے۔

دوسرا رکن

پہلا رکن		ای	اِ	اے	آ	او	او
	اے	✓	✗	✗	✓	✓	✗
	اَ	✓	✓	✗	✓	✓	✗
	آ	✓	✓	✗	✗	✓	✓
	او	✓	✗	✗	✓	✓	✗
	اُ	✓	✗	✓	✓	✓	✓

	او	✓	×	✓	✓	✓	✓61ع

مصوتی تسلسل کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اُو + آ توقعات

۲۔ اُو + آ دوآبہ

۳۔ آ + آؤ ماعون

۴۔ آ + او لاؤ

۵۔ اؤ + اؤں چھوؤں

۶۔ اُ + اي لائی۔ کھائی

۷۔ آ + اَ طاقت

۸۔ اے + ای تیئیں

۹۔ اَ + ای بھائی

۱۰۔ آ + اَ مآل

۱۱۔ اَ + اَ تعجُّب

۱۲۔ او + ای کوئی

۱۳۔ او + اے کھوئے

۱۴۔ او + او روؤ

یہ بات واضح رہے کہ جہاں مصوتی تسلسل آتا ہے وہاں رکن قطع ہو جاتا ہے۔

مصوتی فونیم

اردو میں دس مصوتی فونیم ہیں اور ان کے علاوہ دو مصوتے خفیف (اے) اور (او) ہیں، اس طرح کل ملا کے بارہ مصوتی فونیم بنتی ہیں جس کو ہم یوں ظاہر کر سکتے ہیں:

مثالیں

"۱۔ /ای/ ... /اِ/ میل۔ مِل
۲۔ /اِ/ ... /اے/ تِل۔ تیل
۳۔ /اے/ ... /اَے/ مِیل۔ مَیل
۴۔ /اَے/ ... /آ/ تیر۔ تار
۵۔ /آ/ ... /اَ/ پار۔ پَر
۶۔ /اَ/ ... /اَوْ/ در۔ دور
۷۔ /اوْ/ ... /اُ/ صور۔ سُر
۸۔ /اُ/ ... /او/ مڑُ۔ موڑ
۹۔ /اُو/ ... /اَو/ بور۔ بُور
۱۰۔ /اِ/ ... /اَ/ دِل۔ دَل
۱۱۔ /اُ/ ... /اَ/ پُل۔ پَل
۱۲۔ /اُ/ ... /اِ/ گُل۔ گِل"62

ذیلی فونیم

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اردو میں دس مصوتی فونیم کے علاوہ دو خفیف مصوتے بھی شامل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

[اے]

[او]

یہ دونوں خفیف مصوتے ہمیشہ /ہ/ کے آواز سے پہلے یا بعد میں تلفظ ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں چند مثالیں درج ذیل ہیں:

	/ہ/ سے پہلے	/ہ/ کے بعد
خفیف [اے]	بہنا۔ سہنا	بحر۔ لہر

احساس۔ رحمت بحث

خفیف[او] عہدہ۔ تحفہ بہت

انفی مصوتی فونیم

اُردو زبان میں تمام مصوتوں کی انفعیت کو فونیم کہا جاتا ہے۔ یہ اصلی جوڑے الفاظ کے معانی میں کی گئی تفریق میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

اردو کے نیم مصوتے

کسی لفظ کی ادائیگی کے وقت ہوا نہ توڑ کتی ہے اور نہ ہی رگڑ کھاتی ہے اس طرح کے حروف نیم مصوتے کہلاتے ہیں۔

نیم مصوتے کے بارے میں ڈاکٹر اقتدار حسین خان یوں لکھتے ہیں:

"ان کو بے جار گڑ جاریہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے بولنے میں اعضاء اتنے قریب نہیں ہوتے کہ رگڑ پیدا ہو سکے۔ اس طرح ان کا طرزِ تلفظ ایک مصوتہ کی طرح ہوتا ہے لیکن ان کا کام مصمتے کی طرح ہوتا ہے کیوں کہ یہ صوت رُکن میں مصمتوں کا مقام لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ پورے طور سے نہ مصمتہ ہیں نہ مصوتہ، اس لیے ان کو نیم مصوتہ کہا جاتا ہے۔63"

اردو میں صرف دو نیم مصوتے ہیں "و" اور "ی"۔

"و" ایک مسموع لب دنتی نیم مصوتہ ہے۔ جب کہ "ی" ایک مسموع تالوی نیم مصوتہ ہے۔ "و" کو ادا کرتے ہوئے نچلا ہونٹ اوپری دانتوں کو چھوتا ہے۔ اس لیے اسے لب دنتی کہا جاتا ہے۔ جب کہ "ی" کی آواز نکالتے وقت زبان کا درمیانی حصہ اوپر کی طرف تالو کو اٹھتا ہے۔ ان آوازوں کے نکلنے سے ارتعاش پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے دونوں آوازیں مسموع کہلاتی ہیں۔ ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

کوا، وار، یہاں، بیان وغیرہ۔

اردو مصوتوں کی درجہ بندی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اردو مصوتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کی تقسیم اس طرح بیان کی گئی ہے:

۱۔ اگلا مصوتہ　　　۲۔ درمیانہ مصوتہ　　　۳۔ پچھلا مصوتہ

اس جدول میں ہم ان تمام مصوتوں کی درجہ بندی کریں گے کہ کون سے مصوتے اگلے ہیں، کون سے درمیانی اور پچھلے مصوتے ہیں۔ اس جدول سے ہم مصوتوں کی جان کاری میں آسانی پیدا کر سکتے ہیں۔

مصوتے	اگلے مصوتے		درمیانے مصوتے		پچھلے مصوتے	
ی	✓	مثالیں ایمان، تین	✗	مثالیں	✗	مثالیں
ِ	✓	ارادہ، ستم	✗		✗	
اَے	✓	تیل۔ایک	✗		✗	
اِے	✓	اکیلا، کیسا	✗		✗	
َ	✗		✓	عرصہ	✗	
ا	✗		✓	عادت	✗	
او	✗		✗		✓	خوش، دودھ
ُ	✗		✗		✓	مسلم، اُداس
او	✗		✗		✓	مور، جو
او	✗		✗		✓	اوسط، سو

درج بالا جدول سے ہم مصوتوں کی تقسیم آسانی سے کر سکتے کہ اردو کے کل دس مصوتوں میں اگلے مصوتے کتنے ہیں۔ درمیانے کتنے ہیں اور پچھلے مصوتوں کی تعداد کتنی ہے۔ اردو مصوتوں کی تعداد:

اگلے مصوتے:	۰۴	درمیانی مصوتے:	۰۲
پچھلے مصوتے:	۰۴	کل مصوتے:	۱۰

اس کے علاوہ دوانفائی اور دو نیم مصوتے شامل ہیں۔

اردو کے تہرے مصوتے:

کسی زبان میں بہت کم ایسے مصوتے ہیں جو تہرے ہوں۔ ان سے مراد یہ ہے کہ جب تین مسلسل مصوتے ایک صوت رکن کے طور پر استعمال ہوں وہ تہرے مصوتے کہلاتے ہیں۔ اس کی مثال انگریزی کے لفظ Hew کی لی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اُردو مصمتوں کا تعارف

اُردو مصمتوں کا تعارف

اردو مصمتوں کی اقسام

اردو کا مصمتی نظام

اُردو مصمتے

جب ہوا کو منہ میں کسی مقام پر روک کر یا اسے کسی تنگ راستے سے گزارا جائے تو اس حالت میں جو آوازیں نکلتی ہیں انہیں مصمتے کہا جاتا ہے۔

مصمتے کی ادائیگی زبان کے مختلف جگہوں پر حرکت، ہوا کو روکنے یا مختلف اعضائے تکلم کی مدد سے ممکن ہوتی ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند ان آوازوں کی ادائیگی درج ذیل طریقوں سے بیان کی ہے:

"آوازوں کی نوعیت کے اعتبار سے ان کی پانچ خاص قسمیں ہیں:

ا۔ ہوا کے راستے کو مکمل طور پر بند کر کے اس کے دباوُ کو منہ یا گلے میں کسی بھی مقام پر روک دینے سے جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں انہیں بند شی (Stop) کہتے ہیں، مثلاً پ۔ ب۔ ت۔ د۔ ٹ۔ ڈ۔ ک۔ گ۔"64

(ڈاکٹر گوپی چند نے پہلے طریقے میں بتایا ہے کہ کس طرح آواز کو ادا کیا جا سکتا ہے یعنی ہوا کے راستے کو مکمل طور پر بند کر دیا جاتا ہے اور کسی جگہ سے ہوا کو روک کر آواز پیدا کی جاتی ہے، چوں کہ اس طریقۂ صوت میں منہ کو مکمل بند کر کے ہوا کو روک کر آواز پیدا کی جاتی ہے اس لیے اسے بندشہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کی مثالیں درج ذیل ہیں:

پال۔ بال۔ دال۔ دل۔ باد وغیرہ)۔

۲۔ ہوا کے راستے میں کسی بھی مقام پر انقبضاض پیدا کر کے دوریا پتلے شگاف کا چھوٹا راستہ باقی رہنے دیا جائے تا کہ ہوا کو اس میں سے نکلتے ہوئے نسبتاً زیادہ زور لگانا پڑے۔ ایسی آوازیں صفیری (Spirants) کہتے ہیں، مثلاً و۔ ش۔ ژ۔ خ۔ غ۔"65

(اس طریقۂ صوت میں آواز کو منہ کے ایک پتلے سے شگاف سے گزارا جاتا ہے۔ بندشی مصمتوں کی ادائیگی میں آواز کو مکمل طور پر منہ بند کر کے پھر نکالا جاتا ہے، جب کہ اس میں آواز کو منہ کے باریک

شگاف سے زور دار جھٹکے سے نکالا جاتا ہے۔ اس انداز کو اہل زبان نے صفیری مصمتے کا نام دیا ہے، اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

زن۔ بارش۔ مغرب۔ بہار۔ فیل وغیرہ)۔

۳۔ منہ میں ہوا کے گرنے کے درمیانی راستے میں اٹکاو ٴ پیدا کر دیا جاتا ہے لیکن زبان کے ایک طرف یا دونوں طرف تھوڑا سا راستہ کھلا رہے۔ اس پیدا ہونے والی آوازوں کو پہلوی کہتے ہیں مثلاً ل۔ (کال، لال)۔"66؎

(آواز پیدا کرنے کا یہ طریقہ باقیوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس میں زبان کے پھل کو اوپری دانتوں کی جڑوں سے جوڑ کر طرفین سے جگہ کھلی چھوڑ دی جاتی ہے کہ ہوا کے اخراج کے ساتھ آواز پیدا ہو سکے۔ یہ بات بتانا ناگزیر ہے کہ اس طریقہٴ صوت میں صرف ایک لفظ ہی ادا کیا جاتا ہے)۔

۴۔ ہوا کے گزرنے سے اگر منہ کا کوئی اندرونی لچک دار حصہ مرتعش ہو اٹھے تو ارتعاشی Trill آواز کہتے ہیں۔ ارتعاش کی یہ کیفیت اگر نہایت مختصر ہے اور ہوا کے گزرنے سے صرف ایک ہی تھپک پیدا ہو تو اسے تھپک دار (Elap) آواز کہتے ہیں مثلاً ر۔ ڈ۔ (ہار، پاڑ، گُر، گڑ) وغیرہ۔67؎

۵۔ آخری قسم کی آوازیں وہ ہیں جنہیں پیدا کرنے کے لیے ہوا کے گزرنے کا راستہ نسبتاً کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے، لیکن زبان اور ہونٹوں کی مختلف حرکات سے منہ کے اندرونی حصے کی شکل میں تغیر و تبدل کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے پیدا ہونے والی آوازوں کو مصوتے کہا جاتا ہے۔"68؎

گوپی چند نارنگ کے اس بیان کے مطابق ابتدائی مصمتے چار ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ بندشی مصمتے　　　۲۔ صفیری مصمتے

۳۔ پہلوی مصمتے　　　۴۔ تھپک دار مصمتے

مصمتوں کی مزید تقسیم مقام تلفظ کی بناء پر کی جاتی ہے۔ آوازوں کی ادائیگی اور مخارج کے سبب ماہرین صوتیات نے مصمتوں کو مزید درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ دولبی　　　۲۔ لب دنتی　　　۳۔ دنتی

۴۔لثوی	۵۔معکوسی	۶۔تالوئ
۷۔غشائی	۸۔لہاتی	۹۔حلقی

ان مصمتوں کی تقسیم درج ذیل ہے:

۱۔دولبی مصمتے: ایسے مصمتے جن کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ استعمال ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں: [ب]، [پ]،[م]

۲۔لب دنتی مصمتے: جب اوپری دانت اور نچلا ہونٹ مل کر آواز پیدا کرتے ہیں تو وہ مصمتے لب دنتی کہلاتی ہیں، مثال[ف]

۳۔دنتی مصمتے: جب زبان کی نوک اوپری جبڑے سے ٹکراتی ہوئی آواز پیدا کرتی ہے تو وہ دنتی مصمتے کہلاتے ہیں۔مثال[ت]،[د]

۴۔لثوی مصمتے: جب زبان کی نوک اوپری جبڑے کی جڑوں اور مسوڑھوں سے ٹکراتی ہوئی آواز پیدا کرتی ہے تو وہ لثوی مصمتے کہلاتے ہیں، مثال[ن]،[س]

۵۔معکوسی مصمتے: جب زبان کی نوک الٹ کر سخت تالو سے لگتی ہے تو پیدا ہونے والی آواز کو معکوسی مصمتے کہتے ہیں، مثال[ٹ]،[ڑ]

۶۔تالوئ مصمتے: جب زبان کی نوک سے نسبتاً نچلا حصہ سخت تالو کو چھوتے ہوئے آواز پیدا کرتا ہے تو اس کو تالوئ مصمتے کہا جاتا ہے، مثال[ج]،[ش]

۷۔غشائی مصمتے: جب زبان کا پچھلا حصہ اوپر کے نرم تالو کو چھوتا ہوا آواز پیدا کرتا ہے تو وہ غشائی مصمتے کہلاتے ہیں، مثال[خ]،[ک]

۸۔لہاتی مصمتے: جب زبان کا پچھلا حصہ حلق میں لہات(کوے) کو چھوتا ہوا آواز پیدا کرتا ہے تو اسے لہاتی مصمتے کہا جاتا ہے مثال[ق]

۹۔حلقی مصمتے: جب اعضائے صوت ایک دوسرے کو چھوئے بغیر حلق سے ہوا کے ذریعے آواز پیدا کی جائے تو وہ حلقی مصمتے کہلاتے ہیں، مثال[ہ]

مسموع، غیر مسموع اور ہکاری آوازیں

مصمتوں کے مطالعہ میں مسموع، غیر مسموع اور ہکاری آوازوں کی جان کاری بھی ناگزیر ہے۔

مسموع آوازیں:

آواز کی ادائیگی کے وقت اگر صوت تانت (Vocal cards) مرتعش ہوں تو وہ مسموع آوازیں کہلاتی ہیں، مثال[پ]

غیر مسموع:

جب آوازوں کی ادائیگی کے وقت صوت تانت مرتعش نہ ہوں تو وہ آوازیں غیر مسموع کہلاتی ہیں، مثال[ب]وغیرہ

ہکاری آوازیں:

جب کسی مصمتے کو ادا کرتے وقت ہوا پھونک کے ساتھ یا قدرے سرعت سے باہر نکلے تو اس آواز کو ہکاری کہا جاتا ہے۔ درج ذیل تمام آوازیں ہکاری ہیں:

تھ، دھ، ٹھ، ڈھ، چھ، جھ، کھ، گھ وغیرہ۔

اردو کے بنیادی مصمتوں کی تعریف و تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ اردو کے بند شی مصمتے: جب ہوا کو منہ میں کسی مقام پر روک کر مکمل طور پر بند کر دیا جائے، پھر ہوا کا دباؤ بڑھا کر سانس کو ایک جھٹکے سے خارج کیا جائے تو اس آواز کو بند شی کہا جاتا ہے۔ اردو کے بند شی مصمتے بہت سے ہیں۔ ان مصمتوں کے حوالے سے ڈاکٹر محبوب عالم خان لکھتے ہیں کہ:

”اردو میں اکیس بند شی مصمتے ہیں۔ ان میں مخرج کے اعتبار سے چار دولبی، چار دندانی، چار حنکی معکوسی، چار حنکی غیر معکوسی، چار غشائی اور صِرف ایک لہاتی مصمتہ شامل ہیں۔“69

بند شی مصمتوں کی درجہ بندی

دولبی بندشی مصمتے:

ان کی تعداد چار ہے جو کہ ذیل میں ہیں:

پ[p]، پھ[ph]، ب[b]، بھ[bh]

دندانی بندشی مصمتے:

ان کی تعداد بھی چار ہے:

ت[t]، تھ[th]، د[d]، دھ[dh]، ر[r]

حنکی معکوسی بندشی مصمتے:

ٹ[t]، ٹھ[th]، ڈ[d]، ڈھ[dh]

حنکی غیر معکوسی بندشی مصمتے:

چ[c]، چھ[ch]، ج[j]، جھ[jh]

غشائی بندشی مصمتے:

ک[k]، کھ[kh]، گ[g]، گھ[gh]

لہاتی بندشی مصمتے:

ق[q]

اردو کے تکریری مصمتے:

اردو کے تکریری مصمتوں کو عرفِ عام میں تھپک دار (Flapped) مصمتے بھی کہا جاتا ہے۔

تلفظ کے لحاظ سے ان مصمتوں کی ادائیگی کرنے میں زبان کے پھل کو اوپر لے جا کر ایک دم ہوا خارج کر دی جاتی ہے۔ اس وقت ایک تھپک دار سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ عام کتب میں اس کے لیے تھپک دار کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے لیکن فرہنگ اصطلاحات لسانیات (ترقی اردو بورڈ نئی دلی) نے اس کے لیے جو اصطلاح استعمال کی ہے وہ ''تکریری'' مصمتے کی ہی ہے۔70؎

اردو کے تکریری مصمتوں کی درجہ بندی

اردو میں تکریری یا تھپک دار مصمتوں کی تعداد چار ہے۔ جن میں دو دندانی اور دو حنکی معکوسی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

دندانی تکریری مصمتے:

ر[r]، رہ[rh]

حنکی تکریری مصمتے:

ڑ[r]، ڑھ[rh]

اردو کے انفی مصمتے

جب کسی مصمتے کو ادا کرتے وقت ہوا کو ناک کی نالی سے گزارا جائے تو اس عمل کو انفیت کہا جاتا ہے۔ اور اس انداز میں نکلنے والی آوازیں انفی مصوتے کہلاتے ہیں۔ ان آوازوں کے ادا کرتے وقت منہ میں کسی جگہ پر ہوا کو روک کر پردہ شکم کے دباؤ کے ذریعے ہوا کو انفی کوزے (ناک کا خلا) کے ذریعے آواز نکالی جاتی ہے۔

اردو میں انفی مصمتے درج ذیل ہیں۔

یہ کل چار مصمتے ہیں جن میں دو مصمتے دولبی جب کہ باقی دو دندانی مصمتے ہیں۔

دولبی انفی مصمتے:

م[m]، مھ[mh]

دندانی انفی مصمتے:

ن[n]، نھ[nh]

شمشاد زیدی نے انفی مصمتوں کا ایک چارٹ پیش کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

"ا۔	[ایں]	اینٹ	نیند	دیں

۲۔	[اِں]	انگلینڈ	کھینچا	
۳۔	[ایں]	اینڈوا	گیند	مِیں
۴۔	[اَیں]	اَینٹھ	قینچی	مَیں
۵۔	[اَں]	اندھیرا	ہنس	
۶۔	[اوٗں]	اونچا	سونٹر	جوٗن
۷۔	[اُں]	اُنڈیل	مُنڈ	
۸۔	[اُوں]	اوندھا	گوند	بھادوں
۹۔	[اَوں]	اونٹ	چوندھ	بھوں
۱۰۔	[آں]	آنچ	کانچ	روں“[71]

اردو کے پہلوی مصمتے

اِن مصمتوں کو ادا کرتے وقت زبان کی نوک کو دانتوں کی جڑوں (مسوڑھوں) کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ اس حالت میں زبان قدرے سکڑی ہوئی ہوتی ہے۔ صوتی پردوں میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اس لیے پہلوی مصمتے مسموع ہوتے ہیں۔

اردو میں دو پہلوی مصمتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

لثوی پہلوی مصمتے:

ل[l]، لھ[lh]

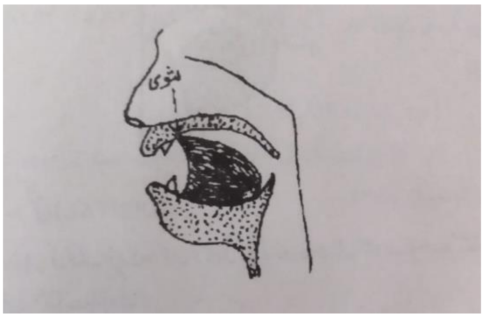

اردو کے صفیری مصمتے

ان مصمتوں کو ادا کرتے وقت ہوا کو دہن میں کسی بھی مقام پر روک کر ایک رگڑ سے آواز پیدا کی جاتی ہے۔ اردو میں ان مصمتوں کی تعداد دس ہے جن میں پانچ مسموع اور پانچ غیر مسموع ہیں۔ بعض مصمتوں میں مسموع اور غیر مسموع کو آپس میں جوڑ کر آواز پیدا کی جاتی ہے۔ ان مصمتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔لب دنتی غیر مسموع صفیری مصمتے:

ف[f]

ii۔لب دنتی مسموع صفیری مصمتہ:

و[v]

iii۔لثوی غیر مسموع صفیری مصمتہ:

س۔ص۔ث[s]

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ان تینوں مصمتوں کی ادائیگی اردو زبان میں بالکل ایک جیسی ہے۔ ان مصمتوں کو ادا کرتے وقت زبان کی نوک کو دانتوں کے مسوڑھوں کے قریب لا کر ہوا کا راستہ تنگ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس تنگ راستے سے آواز رگڑ کھاتی ہوئی نکلتی ہے۔

iv۔لثوی مسموع صفیری مصمتہ:

ز۔ذ۔ض۔ظ[z]

v۔ حنکی غیر معکوس، غیر مسموع صفیری مصمتہ:

ش[s]

vi۔ حنکی غیر معکوسی مسموع صفیری مصمتہ:

ژ[z]

vii۔غشائی غیر مسموع صفیری مصمتہ:

خ(Capitalx) [x]

viii۔غشائی مسموع صفیری مصمتہ:

غ[r]

ix۔لہائی غیر مسموع صفیری مصمتہ:

ی۔ے[y]

x۔لہائی مسموع صفیری مصمتہ:

ہ۔ح[h]

اردو مصمتوں کا چارٹ:

بندشی مصمتے:

نمبر شمار	مصمتہ	حروف	مثالیں
۱	غیر مسموع دولبی بندشی مصمتے	پ[p]	پال۔ناپ
۲	مسموع دولبی بندشی مصمتے	ب[b]	بال۔ا ٓفتاب
۳	غیر مسموع دنتی بندشی مصمتے	ت[t]	تان۔بنتا۔لات
۴	مسموع دنتی بندشی مصمتے	د[d]	دِل۔باد
۵	غیر مسموع معکوسی بندشی مصمتے	ٹ[t]	ٹاٹ۔جاٹ
۶	مسموع معکوسی بندشی مصمتے	ڈ[d]	ڈال۔وارڈ
۷	غیر مسموع تالوی بندشی مصمتے	چ[c]	چابی۔ناچ
۸	مسموع تالوی بندشی مصمتے	ج[j]	جناب۔کاج
۹	غیر مسموع غشائی بندشی مصمتے	ک[k]	کاک۔پاک
۱۰	مسموع غشائی بندشی مصمتے	گ[g]	گلاب۔رنگ

۱۱	غیر مسموع لہاتی بندشی مصمتے	ق[q]	قمیص۔ رمق
۱۲	غیر مسموع ہکاری دولبی بندشی مصمتے	پھ[ph]	پھول
۱۳	مسموع ہکاری دولبی بندشی مصمتے	بھ[bh]	بھائی، گوبھی
۱۴	غیر مسموع ہکاری بندشی مصمتے	تھ[th]	تھم۔ رِتھ
۱۵	مسموع ہکاری بندشی مصمتے	دھ[dh]	دھاک۔ سدھ
۱۶	غیر مسموع ہکاری معکوسی بندشی مصمتے	ٹھ[th]	ٹھاٹ۔ کاٹھ
۱۷	مسموع ہکاری معکوسی بندشی مصمتے	ڈھ[dh]	ڈھانپ
۱۸	غیر مسموع ہکاری تالوی بندشی مصمتے	چھ[ch]	چھاپ۔ پوچھ
۱۹	مسموع ہکاری تالوی بندشی مصمتے	جھ[jh]	جھول۔ بجھ
۲۰	غیر مسموع ہکاری غشائی بندشی مصمتے	کھ[kh]	کھانا۔ راکھ
۲۱	مسموع ہکاری غشائی بندشی مصمتے	گھ[gh]	گھاس۔ گھر

صفیری مصمتے

۱	غیر مسموع حلقی صفیری مصمتے	ہ[h]	ہاتھی۔ راستہ
۲	مسموع غشائی صفیری مصمتے	غ[r]	غازی۔ غار
۳	غیر مسموع غشائی صفیری مصمتے	خ[x]	خراش۔ کاخ
۴	مسموع تالوی صفیری مصمتے	ژ[s]	ژالہ۔ ویژن
۵	غیر مسموع تالوی صفیری مصمتے	ش[s]	شراب۔ خراش
۶	مسموع لثوی صفیری مصمتے	ز[z]	زر۔ جہاز
۷	غیر مسموع لثوی صفیری مصمتے	س[s]	سپر۔ ساس
۸	غیر مسموع لب دنتی صفیری مصمتے	ف[f]	فرق۔ آفت

اردو کے انفی مصمتے

۱	مسموع دولبی انفی مصمتے	م[m]	مقدر۔کرم
۲	مسموع لثوی انفی مصمتے	ن[n]	نماز۔کان

اردو کے پہلوی مصمتے

اردو میں صرف ایک پہلوی مصمتہ ہے۔

۱	مسموع لثوی پہلوی مصمتہ	ل[l]	لاش۔لال

اردو کے ارتعاشی و تھپک دار مصمتے

اردو میں صرف ایک مصمتہ ارتعاشی اور ایک تھپک دار ہے۔

۱	مسموع لثوی ارتعاشی مصمتے	ر[r]	رال۔کار
۲	مسموع ہکاری معکوسی تھپک دار مصمتے	ڑھ[rh]	داڑھی۔باڑھ

مصمتی خوشے

مصوتوں کی طرح مصمتوں میں بھی یہ اصول لاگو ہوتا ہے کہ جب دو یا زیادہ الفاظ اس طرح ایک ساتھ تلفظ کے ساتھ ادا ہوں کہ ان میں کوئی مصوتہ ادا نہ ہو۔ تو وہ مصمتی خوشے کہلاتے ہیں۔

مصمتی خوشوں کے حوالے سے شمشاد زیدی یوں رقم طراز ہیں:

”جب الفاظ کے شروع یا آخر میں دو یا دو سے زائد مصمتے ایک ساتھ اس طرح تلفظ ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی مصوتہ نہیں بولا جاتا تو ایسے مصمتوں کو مصمتی خوشے کہا جاتا ہے۔“72

مصمتی خوشے دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ابتدائی مصمتی خوشے　　　　۲۔ آخری مصمتی خوشے

فونیمیات:

کسی بھی زبان کے آوازوں کے علم میں فونیمیات کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو کے مصمتوں کے مطالعہ میں فونیمیات کی جان کاری ناگزیر ہے۔ اگر ہم صوتیات اور فونیمیات کے بنیادی فرق کا جائزہ لیں تو بات واضح ہے کہ صوتیات کسی بھی زبان کی آوازوں سے بحث کرتی ہے جب کہ فونیمیات کسی مخصوص زبان کی مخصوص آوازوں کا مطالعہ کرتی ہے۔ بقول اقتدار حسین خاں:

"یہ آوازوں کا ایسا کنبہ یا درجہ ہے جس کے رُکن صوتی اعتبار سے ایک ہوتے ہیں اور جو آپس میں تکمیلی بٹوارے میں ہوں۔" 73

کسی بھی زبان کی آوازیں لا تعداد ہوتی ہیں۔ ان تمام کا مطالعہ ممکن نہیں۔ فونیمیات صرف اُن آوازوں کا مطالعہ کرتی ہے جو کسی بھی زبان میں قابل فہم آوازیں ہوتی ہیں۔ کسی بھی فونیم کے لیے // علامت استعمال کی جاتی ہے۔

اردو کے اکثر حروف ادائیگی کے وقت ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں۔ املا میں تو تھوڑا سا فرق ہوتا ہے لیکن ادائیگی میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ فونیمیات میں اقلی جوڑے کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اردو کے مصمتی فونیم کے اقلی جوڑوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مصمتی فونیم کے اقلی جوڑے:

/ب/ /پ/ بندشی مصمتے

/ت/ /د/ دنتی مصمتے

/ٹ/ /ڈ/ معکوسی مصمتے

/ج/ /چ/ حنکی مصمتے

/ک/ /گ/ غشائی مصمتے

/پ/ /پھ/ دولبی، ہکاری مصمتے

/ب/ /بھ/ دولبی، ہکاری مصمتے

/ت / /تھ / دنتی،ہکاری مصمتے

/د / /دھ / دنتی،ہکاری مصمتے

/ٹ / /ٹھ / معکوسی،ہکاری مصمتے

/ڈ / /ڈھ / معکوسی،ہکاری مصمتے

/چ / /چھ / تالوی،ہکاری مصمتے

/ج / /جھ / تالوی،ہکاری مصمتے

/ک / /کھ / غشائی،ہکاری مصمتے

/گ / /گھ / غشائی،ہکاری مصمتے

/ڑ / /ڑھ / معکوسی،ہکاری مصمتے

/م / /ن / دولبی انفی،لثوی انفی مصمتے

اردو حروفِ تہجی کی درجہ بندی:

اردو زبان کے حروفِ تہجی کی تعداد چھتیس ہے جب کہ اس کی آوازیں سینتالیس آوازیں ہیں۔جن میں سے اکثر عربی اور فارسی سے مستعار ہیں۔ان میں کچھ مخلوط حروف ہیں جو دو حروف سے مل کر بنتے ہیں۔مثلاً کھ،لھ وغیرہ۔ان حروف میں سے "ء" کو بطورِ حرف نہیں مانا جاتا۔لیکن قدیم اردو میں اسے حرف کی حیثیت حاصل تھی۔کچھ الفاظ ایسے الفاظ موجود ہیں جس میں "ء" کو ایک حرف کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ہ۔ح:

ان دونوں کی ادائیگی ایک طرح کی ہے۔اردو میں حرف "ہ" کی ادائیگی دو طرح ہوتی ہے:

ا۔ہائے مختفی: ایسی "ہ" جو کھل کر نہ پڑھی جائے، مثلاً راستہ، دانہ وغیرہ۔

۲۔ہائے ملفوظی: ایسی "ہ" جو کھل کر پڑھی جائے اسے ہائے ملفوظی کہا جاتا ہے، مثلاً واہ۔آہ وغیرہ۔

ک۔ق:

عربی صوت میں ان دونوں حروف کو جُدا جُدا طریقے سے ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن اردو میں دونوں حروف کی ادائیگی یکساں ہے یعنی ماہرین لسانیات ان دونوں حروف کو ایک ہی فونیم گردانتے ہیں۔

ت۔ط:

یہ دونوں حروف بھی صوتی اعتبار سے ہم آواز ہیں، "ط" غشائی جب کہ "ت" دنتی مصمتہ ہے۔

م۔ن:

یہ دونوں اردو کے انفی مصمتے ہیں۔ان دونوں کی اصوات میں معمولی سا فرق ہے۔

ز،ذ،ض اور ظ:

ماہرین صوتیات نے ان تمام حروف کی یکساں اصوات کا تذکرہ کیا ہے۔یہ حروف ایک جیسی آواز کے حامل ہیں۔

ی۔یے۔ژ:

ان تینوں حروف کی ادائیگی بھی یکساں ہے۔ان میں حرف "ژ" خاص فارسی حرف ہے۔اردو میں یہ حرف "ی" صوت کا حامل ہے۔جب کہ سنسکرت میں اس کا صوت "ج" بولا جاتا ہے۔

س۔ص۔ث:

اردو میں ان تینوں حروف کی اصوات یکساں ہیں۔ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

مشدد مصمتے:

جب ایک مصمتے کو دوبار بولا جائے یا اُس پر زور دے کر ادا کیا جائے تو وہ مشدد مصمتہ کہلاتا ہے۔مثلاً بچّہ، مرغّن، رقّاصہ۔

مسعود حسین خان نے اردو مصمتوں کی درج ذیل ترتیب بیان کی ہے:

ا۔خالص ہندی آوازیں:

پھ۔تھ۔ٹھ۔چھ۔کھ۔بھ۔دھ۔ڈھ۔جھ۔گھ۔ٹ۔ڈ۔ڑ۔ڑھ

۲۔خالص فارسی:

ژ

۳۔خالص عربی:

ق

۴۔ہندی فارسی مشترک:

ب۔پ۔ت۔ج۔چ۔د۔ر۔س۔ش۔ک۔گ۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ي

۵۔ہندی عربی مشترک:

ب۔ت۔ج۔د۔ر۔س۔ش۔ک۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ي

۶۔فارسی عربی مشترک:

ب۔ت۔ج۔ح۔خ۔د۔ر۔ز۔س۔ش۔ع۔غ۔ف۔ق۔ک۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ي

۷۔ہندی فارسی مشترک:

ب۔ت۔ج۔د۔ر۔س۔ش۔گ۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی

دوچشمی ھ کے ساتھ جڑواں حروف اور ان کا تلفظ:

دوچشمی "ھ" اردو زبان میں ہکاریت کے لیے استعمال ہونے والا ایک حرف ہے۔ یہ حرف کہیں بھی تنہا استعمال نہیں ہوتا، بلکہ حروف کی مرکب شکل میں استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں استعمال ہونے والے ان مرکب حروف کی مکمل تفصیل اور ان کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

حروف	صوت بندی	علامتIPA	مثالیں
بھ	Bh	[bʰ]	بھوک۔ بھینس
پھ	Ph	[pʰ]	پھل۔ پھینک

تھ	Th	$[t^h]$	تھالی، تھکا
ٹھ	Th	$[t^h]$	ٹھگ، ٹھوس
جھ	Jh	$[j^h]$	جھول۔ جھوک
چھ	Ch	$[c^h]$	چھینک، چھت
دھ	Dh	$[d^h]$	دھک، دھونا
ڈھ	Dh	$[d^h]$	ڈھکا،ڈھول
رھ	Rh	$[r^h]$	اردو کا کوئی لفظ اس حرف سے شروع نہیں ہوتا۔ البتہ الفاظ کے درمیان یا آخر میں اس حرف کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بارھواں، پندرھواں وغیرہ
ڑھ	Rh	$[r^h]$	اردو کا کوئی لفظ اس حرف سے شروع نہیں ہوتا۔ البتہ الفاظ کے درمیان یا آخر میں اس حرف کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کڑھنا، پڑھائی وغیرہ
کھ	Kh	$[k^h]$	کھجور، کھود،
گھ	Gh	$[g^h]$	گھاس، گھمنڈ
لھ	Lh	$[l^h]$	اردو کا کوئی لفظ اس حرف سے شروع نہیں ہوتا۔ البتہ الفاظ کے درمیان یا آخر میں اس حرف کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کلھاڑا، الھڑ وغیرہ
مھ	Mh	$[m^h]$	کمھار، تمھارا
نھ	Nh	$[n^h]$	دلھن، ننھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حاصل تحقیق

زبان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سب سے بڑی اور عظیم نعمت ہے۔اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کا سلسلہ روزِ اول سے ہی جاری ہے۔ قبل مسیح کے مفکروں اور دانش وروں نے بھی اس پر بہت غور وخوض کیااوراس کے متعلق مختلف نظریات قائم کیے،اس سلسلے میں مختلف کتب موجود ہیں جو زبان کے متعلق قبل مسیح کے نظریات سے بھری پڑی ہیں۔

اس کے بعد آنے والے مختلف مفکرین نے اس پر تحقیقی کام جاری رکھا۔اور زبان کے متعلق اپنے نظریات پیش کرتے رہے۔ان نظریات سے مختلف ماہرین لسانیات نے لسانیات کے مختلف شعبے تخلیق کیے اور ہر شعبے میں خاطر خواہ کام کیا۔

انیسویں صدی میں لسانیات پر باقاعدہ تحقیقی ادارے بننے شروع ہوئے،مغرب نے اس سلسلے میں بہت کام کیا،لیکن یہ بات عیاں ہے کہ بیسویں صدی میں ادب پر جتنا کام ہوا وہ گزشتہ ایک صدی تک نہ ہو سکا،بلاشبہ اس صدی کو ادب کی صدی کہا جاتا ہے اس میں باقی شعبوں کے ساتھ ساتھ لسانیات جیسے اہم مضمون پر بھی بہت زیادہ خامہ فرسائی کی گئی۔

زبان میں لسانیات کے موضوع کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ مختلف عناوین اور اس کے مسائل ومباحث کو سمیٹے ہوئے ہے۔ جہاں اس کا تعلق نطق انسانی سے ہے وہاں زبان کے قواعد اور لغتیات پر بھی بحث کرتی ہے۔اگر لسانیات کی صرف نطق انسانی کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ لسانیات کا کسی مخصوص گروہِ انسانی سے تعلق نہیں بلکہ یہ دنیا کی تمام زبانوں کے مسائل کو زیر بحث لاتی ہے۔ مختلف ماہرین لسانیات نے اس کی تعریف مختلف حوالوں سے کی ہے۔ ان میں چند ایک درج ذیل ہیں:

”زبان کا سائنسی مطالعہ لسانیات کہلاتا ہے۔“72

ایف سی پاکٹ نے لسانیات کی تعریف یوں کی ہے:

"زبان کے بارے میں منظم علوم کو لسانیات کہا جاتا ہے۔"73

پروفیسر صفدر علی کے بقول:

"لسانیات سے مراد زبان کے بعض مخصوص امور کا سائنسی مطالعہ ہے۔"74

ان تعریفوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ لسانیات زبان کے سائنسی وساختی مطالعے کا نام ہے۔ لسانیات زبان کی بناوٹ اور خدوخال کے ساتھ ساتھ اس کے مخصوص عہد کا بھی مطالعہ کرتی ہے۔ لسانیات میں تحریری کے ساتھ ساتھ تقریری زبان پر بھی بحث کی جاتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جس میں بل واسطہ یا بلا واسطہ لسانیات کا عمل دخل نہ ہو۔ کوئی ایسا علم یا علمی شعبہ نہیں جو لسانیات سے فیض یاب نہ ہوتا ہو۔ بشریات سے لے کر عمرانیات اور تاریخ سے فلسفے تک ہر موضوع لسانیات کا ہی مرہونِ منت ہے۔ اگر لسانیات کی شاخوں کے حوالے سے بات کی جائے تو بلاشبہ عصر حاضر میں لسانیات ایک وسیع شعبۂ علم کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

لسانیات میں ریاضیات کا شعبہ بھی قائم ہو چکا ہے۔ جو کہ ریاضیاتی لسانیات کہلاتا ہے۔ اس شعبے میں علم الاعداد کے حوالے سے لسانیات سے بہت مدد لی گئی ہے۔ تاریخی حوالے اور آثارِ قدیم کے حوالے سے بھی لسانیات سے کافی حد تک استفادہ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے عتقیاتی لسانیات کی ایک شاخ معرضِ وجود میں آچکی ہے جو آثارِ قدیم اور لسانی مسائل کے حوالے سے تحقیقی راہیں ہموار کر سکتی ہے۔

باقی تمام لسانی شعبہ ہائے علوم کے ساتھ ساتھ عام لسانیات بھی ایک اہم شعبۂ علم ہے۔ جس میں زبان کے بنیادی نظریے، ساخت و پرداخت اصول و قواعد اور لسانی اختلافات کا بغور جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس لسانی شعبے میں عالمی لسانی مسائل کو بھی زیرِ غور لایا جاتا ہے۔

تاریخی لسانیات کا شعبہ بھی اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ لسانیات کسی زبان کی مکمل تاریخ تو زیر بحث نہیں لاتی، البتہ زبان کے مخصوص عہد کا مطالعہ، محاسن و معائب اور اہم تاریخی وارتقائی تبدیلیوں کو زیر مطالعہ لاتی ہے۔

لسانیات کے وسیع شعبہ میں اطلاقی لسانیات بھی کافی اہمیت کی حامل ہے۔ اس شاخ میں دوسری زبانوں کی جان کاری، ترجمے کے اصول و ضوابط، خفیہ کوڈز کی تیاری، رسم الخط کی اصلاح جیسے امور زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ یہ شعبہ لسانیات میں روز بروز ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے لسانیاتی اہمیت کو اجاگر کر رہا ہے۔

لسانیات کی باقی شاخوں کے ساتھ ساتھ تقابلی اور نوعیاتی لسانیات کے شعبے بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ تقابلی لسانیات میں ایک خاندان کی مشترک زبانوں کا جب کہ نوعیاتی شعبے میں دو خاندانوں کی مختلف زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس تقابل کو تحقیقی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ جس سے زبان کے ارتقاء کے دور رس نتائج نکلتے ہیں۔

لسانیات کے تمام تر شعبے اپنی جگہ پر اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر شعبۂ علم ایک موضوع اور مضمون کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ بلاشبہ مستقبل قریب میں لسانیات کی ہر شاخ ایک علیحدہ شعبہ کے طور پر پڑھائی جائے گی اور ان تمام شعبوں میں لسانیات کو "ماں" کی سی حیثیت ہوگی۔ ان تمام شعبہ جات میں تجزیاتی یا توضیحی لسانیات کا شعبہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لسانیات کے تمام تر شعبوں میں اگر کسی موضوع پر صحیح کام ہوا ہے تو وہ یہ شعبہ ہے۔ اس موضوع پر بہت سے تحقیقی مقالے اور کتب شائع ہو چکی ہیں۔ لسانیات کے اس شعبے میں صوتیات، فونیمیات، مارفیمیات اور معنیات جیسے اہم موضوعات کو تحقیقی اصول کے تحت پرکھا جاتا ہے۔ توضیحی لسانیات کا ہر ذیلی شعبہ ایک مضمون کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

الغرض لسانیات کی اہمیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو لسانیات کے بغیر مکمل ہو سکے، کیوں کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ لسانیات اپنا سکہ منواتی جا رہی

ہے۔ اگر دیکھا جائے تو سیاحت کا شعبہ ہو یا قومیاتی صنعتیں، تعلیمی ادارے ہوں یا بندر گاہوں کے ذیلی ادارے، تجارت ہو یا بنک کاری نظام، درآمدی وبر آمدی صنعتوں کا شعبہ ہو یا بیمہ کمپنیاں، اخباری اشتہارات ہوں یا ذرائع مواصلات کا شعبہ ہو۔ مسلح افواج کا نظام ہو یا سائنسی شعبے، سفری ایجنسیاں ہوں یا ڈیپارٹمنٹل سٹور، زندگی کے ہر اس شعبے، جس کا کچھ نہ کچھ تعلق زبان سے ہو وہ لسانیات کا محتاج ہے۔ دورِ جدید میں زبان کی اہمیت ہر ایک پر عیاں ہے۔ جب مکمل ٹیکنالوجی زبان سے متصل ہے۔ ہر شعبہ کمپیوٹر کے تحت کام کرنے اور اپنی ٹیکنالوجی کو کمپیوٹری لسانیات کے تحت ڈھالنے میں مصروف عمل ہے۔ دنیا جو آج گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اس کے لیے ایک زبان کا ہونا اور اسی زبان میں گفت گو ازحد ضروری ہے اور یہ سب کچھ لسانیات سے ہی ممکن ہے۔

لسانیات کے باقی تمام ذیلی شعبوں میں صوتیات کا اپنا ایک مقام ہے۔ صوتیات زبان کی آوازوں کے حوالے سے عمیق مطالعہ کرتی ہے۔ صوتیات کا دائرہ کار تکلمی آوازوں سے ہے۔ صوتیات آواز کے تمام تر اجزاء وعوامل سے بحث کرتی ہے۔ اُن تمام مراحل کا بغور جائزہ لیتی ہے جو زبان کی آوازوں سے جُڑے ہوتے ہیں۔ صوتیات تحریر کو اظہار عطا کرتی ہے۔ اُس کے مناسب تلفظ اور ادائیگی کے مناسب اصول متعین کرتی ہے۔ ماہرینِ صوتیات نے لسانی ترسیل کے تین حصے بیان کیے ہیں:

۱۔ تلفظی صوتیات ۲۔ سمعیاتی صوتیات ۳۔ سمعی صوتیات

صوتیات کے ان حصوں میں بالترتیب آوازوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تلفظی صوتیات میں آواز کی تخلیق اور بیان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر صوتیات کہہ کر تلفظی صوتیات ہی مراد لی جاتی ہے۔ کیوں کہ باقی دو شعبے ابھی تک تحقیقی میدان سے خالی ہیں۔ سب سے زیادہ کام تلفظی صوتیات میں کیا گیا ہے۔ سمعیاتی صوتیات میں آوازوں کا طبعی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ آواز کیسے نکلتی ہے۔ سفر کس طرح کرتی ہے اس کا تعدد (Frequency) معلوم کیا جاتا ہے۔ جب کہ سمعی صوتیات میں آوازوں کے حصوں، ذہنی پراسس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

الغرض اگر صوتیات کو ان تین شعبوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ لسانیات آواز کی تخلیق سے لے کر ذہنی پراسس تک کے مکمل مرحلے کو احاطۂ علم میں لاتی ہے۔

مختلف ماہرین صوتیات نے اس کی تعریف اپنے اپنے انداز میں کی ہے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

بقول ڈیوڈ کرسٹل: "تمام انسانی آوازوں کی خصوصیات کا مطالعہ، صوتیات کہلاتی ہے۔"75

"صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں الفاظ کی بنیادی متکلم آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔"76

سانیات کے شعبہ میں صوتیات کا موضوع ایک اہم ترین مقام کا حامل ہے۔ صوتیات کسی بھی زبان کی ادائیگی اور اس کے حُسن تلفظ سے وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں آواز کی لہروں کا تمام تر مطالعہ اور کان کی ساخت کا موضوع بھی شامل ہے۔ اس حوالے سے اس موضوع کی اہمیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ تلفظی صوتیات میں سب سے پہلے اعضائے صوت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ تمام اعضائے دہن جو کسی بھی آواز کے پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ماہرین صوتیات نے ان کو مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور پر آواز پیدا کرنے والے اعضاء درج ذیل ہیں:

۱۔ ہونٹ (لب)	۲۔ کوّا (لہات)	۳۔ دانت
۴۔ حلق	۵۔ زبان	۶۔ صوتی تار
۷۔ اوپری مسوڑہ	۸۔ حنجرہ	۹۔ سانس کی نالی
۱۰۔ نرم تالو	۱۱۔ خلائے دہن	۱۲۔ نوکِ زبان
۱۳۔ سخت تالو	۱۴۔ کنٹھ کا ڈھکنا	

ڈاکٹر گیان چند نے ان تمام اعضاء کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

"۱۔ خلائے دہن ۲۔ خلائے بینی ۳۔ خلائے حلق ۴۔ خلائے حنجرہ"76

اگر آواز کے پیدا ہونے پر تدبّر کیا جائے تو بلا شبہ یہ ایک معجزاتی عمل ہے۔ اللہ نے کس طرح انسان کو کمال نطق عطا فرمایا ہے اسی لیے انسان کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے۔ مطلب انسان

کمالِ نطق کی وجہ سے بھی افضل قرار پایا ہے۔ ان اعضائے صوت سے پیدا ہونے والی آوازوں کو ماہرین صوتیات نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ مصوتے(Vowels) ۲۔ مصمتے(Consonants)

جب آواز حلق سے بغیر کسی رکاوٹ کے باہر نکلے تو اسے مصوتے اور جب رگڑ کھا کے نکلے تو اسے مصمتے کہا جاتا ہے۔ اس کو مزید ذیلی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مصوتوں کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ اردو کا پہلا مصوتہ[i] ۲۔ اردو کا دوسرا مصوتہ[I]

۳۔ اردو کا تیسرا مصوتہ[e] ۴۔ اردو کا چوتھا مصوتہ[E]

5۔ اردو کا پانچواں مصوتہ[ə] 6۔ اردو کا چھٹا مصوتہ[a]

7۔ اردو کا ساتواں مصوتہ[u] 8۔ اردو کا آٹھواں مصوتہ[U]

9۔ اردو کا نواں مصوتہ[o] 10۔ اردو کا دسواں مصوتہ[ə]

ان مصوتوں کے علاوہ اردو کے کچھ انفی مصوتے ہوتے ہیں جن کو ادا کرتے وقت ہوا کا ناک کے ذریعے اخراج ہوتا ہے۔ ماہرین صوتیات نے ان کی تعداد دس بیان کی ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ طویل انفی مصوتے ii۔ مختصر انفی مصوتے

i۔ طویل انفی مصوتے درج ذیل ہیں:

طویل انفی مصوتے

طویل انفی مصوتے	علامت	مثالیں
۱۔ الف مد مغنونہ	a:ٓ	جاں۔ اں
۲۔ یائے لین مغنونہ	ae:ٓ	ہیں
۳۔ یائے معروف مغنونہ	ا ٓ	ائیں
۴۔ یائے مجہول مغنونہ	e:	ائیں

۵۔واو ٔلین مغنونہ	c:	لونڈی
۶۔واو ٔ معروف مغنونہ	u:	یوں
۷۔واو ٔمجہول مغنونہ	o:	انسانوں

مختصرانفی مصوتے

ا۔کسرہ مغنونہ	اَ	انچا
۲۔فتحہ مغنونہ	ہَ	بھنور
۳۔ضمہ مغنونہ	u	کنوارا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اعضائے صوت سے نکلنے والی تمام تر آوازوں کو دو بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں ایک مصوتے ہیں جن کا تذکرہ درج بالا کیا جا چکا ہے۔ دوسرے حصے کا نام مصمتے ہے۔جب آواز حلق میں کسی بھی عضو سے رگڑ کھا کر نکلے تو اسے صوتیات کی زبان میں مصمتے کہا جاتا ہے۔

بنیادی طور پر مصمتوں کی پانچ اقسام ہیں:

ا۔بندشی مصمتے ۲۔ تکریری مصمتے

۳۔انفی مصمتے ۴۔پہلوی مصمتے

۵۔ صفیری مصمتے

ان چار بنیادی مصمتوں کو مزید مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔جن کی مختصر تفصیل ذیل ہے:

i۔بندشی مصمتے:

ڈاکٹر محبوب عالم خان نے بندشی مصمتوں کی اکیس (۸) اقسام بتائی ہیں۔

بندشی مصمتوں کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے،ان حصوں کے نام درج ذیل ہیں:

ا۔غیر مسموع دولبی بندشیہ (پ) ۲۔ مسموع دولبی بندشیہ (ب)

۳۔غیر مسموع دنتی بندشیہ (ت) ۴۔ مسموع دنتی بندشیہ (د)

۵۔ غیر مسموع معکوسی بندشیہ (ٹ)
۶۔ مسموع معکوسی بندشیہ (ڈ)
۷۔ غیر مسموع تالوی بندشیہ (چ)
۸۔ مسموع تالوی بندشیہ (ج)
۹۔ غیر مسموع غشائی بندشیہ (ک)
۱۰۔ مسموع غشائی بندشیہ (گ)
۱۱۔ غیر مسموع لہاتی بندشیہ (ق)
۱۲۔ غیر مسموع ہکائی دولبی بندشیہ (پھ)
۱۳۔ مسموع ہکاری دولبی بندشیہ (بھ)
۱۴۔ غیر مسموع ہکاری دنتی بندشیہ (تھ)
۱۵۔ مسموع ہکاری دنتی بندشیہ (دھ)
۱۶۔ غیر مسموع ہکاری معکوسی بندشیہ (ٹھ)
۱۷۔ مسموع ہکاری معکوسی بندشیہ (ڈھ)
۱۸۔ غیر مسموع ہکاری تالوی بندشیہ (چھ)
۱۹۔ مسموع ہکاری تالوی بندشیہ (جھ)
۲۰۔ غیر مسموع ہکاری غشائی بندشیہ (کھ)
۲۱۔ مسموع ہکاری غشائی بندشیہ (گھ)

بندشی مصمتوں کے بعد صفیری بندشے ہیں۔ جن کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ غیر مسموع لب دنتی صفیری (ف)
۲۔ غیر مسموع لثوی صفیری (س)
۳۔ مسموع لثوی صفیری (ز)
۴۔ غیر مسموع تالوئ صفیری (ش)
۵۔ مسموع تالوئ صفیری (ژ)
۶۔ غیر مسموع غشائی صفیری (خ)
۷۔ مسموع غشائی صفیری (غ)
۸۔ غیر مسموع حلقی صفیری (ہ)

اس کے بعد انفی مصمتوں کا ذکر آتا ہے۔ وہ مصمتے جو ناک کے راستے سے خارج ہوتے ہیں جن کی درج ذیل اقسام ہیں:

۱۔ مسموع دولبی انفی (م)
۲۔ مسموع لثوی انفی (ن)

اس کے علاوہ پہلوی مصمتے ہیں جو زبان کی نوک اور اوپر مسوڑھوں کی مدد سے ادا ہوتے ہیں۔ اردو میں صرف ایک ہی پہلوی مصمتہ ہے:

مسموع لثوی پہلوئ (ل)

اردو میں کچھ ارتعاشی مصمتے بھی استعمال ہوتے ہیں، یہ صرف ایک مصمتہ ہے۔

مسموع لثوی ارتعاشی (ر)

اس کے علاوہ دو تھپک دار مصمتے استعمال ہوتے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مسموع معکوسی تھپک دار (ڑ)

۲۔ مسموع ہکاری معکوشی تھپک دار (ڑھ)

ان مصمتوں کے علاوہ اردو زبان میں دو نیم مصمتے بھی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ مسموع لب دنتی نیم مصمتہ (و)

۲۔ مسموع تالوئی نیم مصمتہ (ی)

الغرض یہ مصوتے اور مصمتے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ آوازوں کی تمام تر شناخت انہی سے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

خلیل صدیقی، زبان کیا ہے۔عاکف بک ڈپو، دہلی،1994ء، ص25
محمد حسین، آزاد۔ سخن دانِ فارس، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ،1979ء ص11
Jan Bemes, the unfolding of Language "Oxford univ. press
2001. مترجم اصغر بشیر، سٹی بک پوائنٹ، لاہور ص40
فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، بازیافت (رسالہ) جنوری تا جون ۲۰۱۷، شعبہ اردو اورنٹیل کالج، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور
محی الدین قادری، زور، سید، ہندوستانی لسانیات، ص ۱۴
محمد حسین، ڈاکٹر، اردو ریسرچ جنرل، جولائی، ستمبر ۲۰۱۷ء
حامد اللہ ندوی، ڈاکٹر، اردو زبان کا تاریخی خاکہ، مشمولہ اردو تاریخ و مسائل (مرتب) سید روح الامین، گجرات عزت اکادمی (۲۰۰۷ء)، ص ۳۵
گیان چند جین، عام لسانیات، بک ٹال، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۷
ڈیوڈ کرسٹل، لسانیات کیا ہے؟ مترجم نصیر احمد خان، قومی نسل برائے فروغِ اردو، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء، ص ۵۹
F.C. Backet. A Coursein modern Linguistics 1958 میکلن کمپنی، نیو یارک، ص ۰۲
ابو الاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص ۱۵۶
اشرف کمال، ڈاکٹر، لسانیات، زبان اور رسم الخط، مثالی پبلی شرز، فیصل آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۵
شوکت سبز واری، ڈاکٹر، لسانی مسائل، مکتبہ اسلوب، کراچی، ۱۹۶۲ء، ص ۸

طارق رحمٰن، ڈاکٹر: لسانیات، ایک تعارف، مترجم اصغر بشیر، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۷ء، ص: ۲۶،۲۵

عدیل عالم، محمد، اردو لسانیات اور قواعد، مکتبہ دانیال لاہور، ص۲۶

اردو لسانیات اور قواعد، ص ۲۶

فائزہ بٹ، ڈاکٹر، اردو میں لسانی تحقیق، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۴۶

خلیل صدیقی، لسانی مباحث، کوئٹہ، زمرد پبلی کیشنز ۱۹۹۱ء، ص ۵

گیان چند، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، فکشن ہاؤس، لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۱۵

گیان چند جین، ڈاکٹر، عام لسانیات، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء، ص۲۱

ڈیوڈ کرسٹل، لسانیات کیا ہے؟ قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص۸۱

گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص۱۸

محمود الحسن رضوی، ڈاکٹر، لسانیات اور اردو، احباب پبلشر، لکھنؤ، ۱۹۷۲ء، ص ۱۰

لسانیات کیا ہے؟ ص ۱۳۵

Regional report on Pakistan : indo- European by Tariq Rehman , Year Book of south Asian Languages and Linguistic 1889.

گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی جائزے، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳

محمد شیر از دستی، ڈاکٹر، استاد شعبہ انگریزی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

محی الدین زور قادری، ہندوستانی لسانیات، ص ۳۷

اقتدار حسین، ڈاکٹر، صوتیات اور فونیمیات، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱

ایضاً، ص ۱۲،۱۱

ڈیوڈ کرسٹل، لسانیات کیا ہے؟ مترجم نصیر احمد خاں، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۴
خلیل صدیقی، آواز شناسی، ملتان بیکن بکس ۲۰۰۹ء، ص ۱۷
محبوب عالم، ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء، ص ۱۴
سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص ۱۸۹
گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو، آزاد کتاب گھر، کلاں محل، دلی نمبر ۰۴، ۱۹۶۴ء، ص ۱۲
خلیل صدیقی، آواز شناسی، ملتان، بیکن بکس ۱۹۹۳ء، ص ۲۷۵
سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۸
اقتدار حسین، ڈاکٹر، صوتیات و فونیمات، ص 11
طارق رحمان، ڈاکٹر، لسانیات ایک تعارف، مترجم: اصغر بشیر، سٹی بک پوائنٹ لاہور، 2017ء ص 37
تنویر حسین، ڈاکٹر، اصطلاحاتِ ادبی، لاہور، علمی کتاب خانہ، ۲۰۱۶ء، ص ۰۱
وحید الدین سلیم، وضع اصطلاحات، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۵ء، ص ۱۲
ابو بکر فاروقی، زبان اور لسانیات کے مباحث، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ص ۱۹۸
انور سدید، ڈاکٹر، اردو میں وضع اصطلاحات کا عمومی جائزہ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹ء
اقتدار حسین خان، صوتیات و فونیمیات، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی ۱۹۹۴ء، ص ۱۹
شمشاد زیدی، اردو زبان کا لسانی تجزیہ، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، ۲۰۱۹ء، ص ۴۳
خلیل صدیقی، آواز شناسی، ملتان، بیکن بکس ۱۹۹۳ء، ص ۳۴
گیان چند، ڈاکٹر، عام لسانیات، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۸۷

محبوب عالم ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام، ص ۱۸

محمد سلیم، سید، پروفیسر، اردو رسم، کراچی، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۱ء، ص ۴۱

خلیل صدیقی، آواز شناسی، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء، ص

گوپی چند نارنگ، اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو، آزاد کتاب گھر، دلی، ۱۹۴۶ء، ص ۱۷

محبوب عالم خان، ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۴۲

عالم عدیل محمد، اردو لسانیات اور قواعد، مکتبہ دانیال لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۵۴

گیان چند جین، ڈاکٹر، عام لسانیات، بک ٹاک، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۱۲

عام لسانیات، ص ۱۱۳

گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۶۴

اقتدار حسین خان، صوتیات و فونیمیات، قومی کونسل برائے فروغِ اردو نئ دہلی،

۲۰۱۳ء، ص ۴۸

لسانی مطالعے، ص ۶۶

لسانی مطالعے، ص ۶۶

صوتیات وفونیمات، ص ۵۰

شمشاد زیدہ، اردو کا لسانیاتی تجزیہ، کتاب کار کٹھ پلد، جی ٹی رود، علی گڑھ ۱۹۷۹ء، ص ۵۷

اردو کا لسانیاتی تجزیہ، ص ۴۶

صوتیات وفونیمیات، ص ۳۹

گوپی چند نارنگ، اُردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو، آزاد کتاب گھر، کلاں محل، دلی، نمبر ۶،

۱۹۶۴ء، ص ۱۶۔۱۷

ایضاً

ایضاً

ایضاً
محبوب عالم خان، ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۷۸
اردو کا صوتی نظام، ص ۱۰۰
شمشاد زیدی، اردو زبان کا لسانی تجزیہ، کتاب کار کٹھ پلا، جی ٹی روڈ، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء، ص ۳۴
اردو زبان کال سانی تجزیہ، ص ۵۹
اقتدار حسین خاں، صوتیات و فونیمیات، قومی کونسل برائے فروغِ اردو نئی دہلی، بھارت، ۲۰۱۳ء، ص ۶۵
عبد الرحمٰن، طارق، ڈاکٹر، لسانیات ایک تعارف، مترجم اصغر بشیر، سٹی بک پوائنٹ ۲۰۱۷ء، ص ۱۶
سیکلمن کمپنی نیویارک، امریکہ، ص A Course in modern, Linguistics 1958
صفدر علی پروفیسر، اردو لسانیات، ندیم یونس پرنٹرز لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰
گیان چند، ڈاکٹر، عام لسانیات، بک ٹاک لاہور، ۲۰۱۸ء، ص 115
محمد عالم عدیل، اردو لسانیات اور قواعد، مکتبہ دانیال، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۳۷
ڈیوڈ کرسٹل، لسانیات کیا ہے؟ مترجم نصیر احمد خان، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۴
گیان چند، ڈاکٹر، عام لسانیات، بک ٹاک لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۷۹
محبوب عالم، ڈاکٹر، اردو کا صوتی نظام، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۷۸

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆